آیت اللہ علامہ طالب جوہری اعلی اللہ مقامہ

اور اُن لوگوں میں تھا ایک مفکر طالب
عرشِ منبر کا جو سورج تھا وہ ذاکر طالب

مجتہد، فلسفی و عالم و شاعر طالب
کتنے میدانوں میں تھا نقطۂ آخر طالب

اٹھ گیا وہ جو رہا فکر پہ غالب طالب
علم ہے محوِ بکا لب پہ ہے طالب طالب

یداللہ حیدر

ترتیب و پیشکش: محمد رضا داؤدانی
www.dawoodani.com

مقدمہ

بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

استاد جناب آیت اللہ علامہ طالب جوہری اعلی اللہ مقامہ کی شفقتیں اور عنایتیں ناقابل فراموش ہیں۔ ان کی وفات کا صدمہ ہمیشہ رہے گا۔ اللہ ان کے درجات بحق محمدؐ و آل محمدؐ بلند فرمائے۔ آمین

پیش نظر کتابچہ اُن کی وہ تقریر ہے جو ۱۹۹۰ء کی دہائی میں باغ زہرا، کھارادر کراچی میں کی گئی تھی۔ ماہ رمضان تھا اور عنوان تھا:

"اجتہاد، تقلید، مرجعیت اور اسبابِ اختلافِ فتاویٰ"

تقریر کے بعد سوال و جواب کی نشست بھی ہوئی۔ اس تقریر کو تحریری صورت میں مدون اور مرتب کرنا میرے لیے اعزاز ہے۔ علامہ صاحب نے جن آیات اور احادیث کو پیش کیا اُن حوالوں کو بھی آخر میں لکھ دیا گیا ہے۔

علامہ اسد جوہری صاحب کا شکر گزار ہوں جن کی اجازت سے اس کتاب کو شائع کیا جا رہا ہے۔ علامہ امجد جوہری صاحب نے قبلہ کے اساتذہ کے اجازات اجتہاد و روایات اور تائیدات شائع کرنے کے لیے عطا فرمائے۔ ان کا بھی ممنون ہوں۔

۲۴ ذی قعدہ ۱۴۴۱ھ بمطابق
۱۶ جولائی ۲۰۲۰ء

والسلام
محمد رضا داؤدانی

اجتہاد، تقلید، مرجعیت
اور
اسبابِ اختلافِ فتاویٰ

آیت اللہ علامہ طالب جوہری اعلی اللہ مقامہ

ترتیب و پیشکش: محمد رضا داؤدانی

www.dawoodani.com

https://www.facebook.com/maulana.dawoodani/

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اصول فقہ اور فقہ دو ایسے علم ہیں جو ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔ ان کی آپس میں وہی نسبت ہے جو منطق کی فلسفہ سے ہے کیونکہ علم اصول استنباط کی صحیح راہ کا تعین کرتا ہے اس لئے اسے منطق استنباط بھی کہا جاتا ہے۔ لغت میں فقہ کے معنی فہم کے ہیں اور اسی سے لفظ تفقہ ماخوذ ہے۔ قرآن کریم نیز رسول اکرم ﷺ اور ائمہ اطہار علیہم السلام سے منقول روایات ماثورہ میں بارہا دین میں تفقہ کا حکم دیا گیا ہے۔ مجموعی طور پر اس حکم سے یہ استنباط ہوتا ہے کہ اسلامی نقطۂ نظر سے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ زندگی کے تمام شعبوں میں اسلام کو پوری بصیرت کے ساتھ سمجھیں۔

دین میں تفقہ کسی خاص شعبے سے مخصوص نہیں ہے بلکہ وہ تمام شعبوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے چاہے اس کا تعلق اسلامی عقائد سے ہو، اسلامی ایمان بینی سے ہو، اخلاقیات سے ہو، اسلامی تربیت سے ہو، اسلامی اجتماعات سے ہو یا اسلامی عبادات سے ہو۔ چونکہ دین تنظیم زندگی کا نام ہے لہٰذا زندگی کا ہر شعبہ، انفرادی ہو یا اجتماعی، تفقہ فی الدین کا متقاضی ہے۔

جس طرح دوسری صدی ہجری کے بعد مسلمانوں میں فقہ کا لفظ ایک اصطلاح بن کر خاص شعبے سے مخصوص ہوگیا جسے فقہ الاحکام یا فقہ الاستنباط کہتے ہیں اور اس سے مراد متعلقہ مصادر و ماخذ کی روشنی میں اسلام کے عملی احکام اور قوانین کا گہرا فہم اور استنباط ہے۔ اسی طریقے سے اجتہاد کے لغوی معنی تلاش و کوشش کے ہیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: کونوا دعاۃ للناس بغیر السنتکم، لیروا منکم الورع والاجتھاد والصلاۃ والخیر، فان ذلک داعیۃ لوگوں کو اپنی زبان کے علاوہ (عمل سے) دعوت دو تاکہ وہ تم میں پرہیز گاری، اجتہاد، نماز اور کارہائے خیر کو دیکھیں، اس لئے کہ مذکورہ امور اللہ کی طرف بلانے کا بہترین ذریعہ ہیں۔

یہاں اجتہاد بمعنی کوشش استعمال ہوا ہے جبکہ اصطلاح میں کسی بھی حکم شرعی میں حصول دلیل کے لئے اپنی طاقت و توانائی صرف کرنا اجتہاد کہلاتا ہے کیونکہ ائمہ علیہم السلام کے زمانے میں شخصی رائے کے مطابق فتویٰ دیا جاتا تھا اس لئے احادیث میں اس قسم کے اجتہاد بالرائے کی شدید مذمت کی گئی ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ اجتہاد دو طرح کا ہے۔ ایک اجتہادِ مذموم اور دوسرا اجتہادِ ممدوح۔ اجتہادِ مذموم جس میں شخصی رائے کو مدِنظر رکھ کر حکم شرعی بنایا جاتا ہے جبکہ اجتہاد ممدوح میں حکم شرعی بنایا نہیں بلکہ ادلہ شرعی کے ذریعے دریافت کیا جاتا ہے۔

برادرِ محترم حجۃ الاسلام مولانا محمد رضا داؤدانی نے والدِ گرامی حضرت آیت اللہ علامہ طالب جوہری اعلی اللہ مقامہ کی اجتہاد و تقلید پر کی گئی انتہائی اہم تقریر کو تحریری شکل دی ہے۔ خداوند کریم بحق محمد و آل محمد علیہم السلام ان کی اس کاوش اور خدمت کو قبول فرمائے اور والد گرامی مرحوم کو اعلیٰ علیین میں جگہ عنایت فرمائے۔

والسلام

احقر العباد: اسد رضا جوہری

أعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان اللعین الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الملک الحق المبین المتصاغر لعظمتہ جبابرۃ الطاغین المتخاضع لکبریائہ عتات المتمردین المعترف بربوبیتہ سائر الخلق اجمعین والصلوۃ والسلام والتحیۃ والاکرام علی اشرف النبیین وخاتم المرسلین سیدنا ومولانا ابی القاسم محمد واھل بیتہ الطیبین الطاھرین المعصومین المظلومین

اما بعد فقد قال اللہ سبحانہ وتعالیٰ فی محکم کتابہ المبین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○

(سورۂ نحل : آیت ۴۳)

عزیزانِ محترم ! موضوع آپ کے علم میں ہے۔ اس موضوع کے سلسلے میں، میں نے سرنامۂ کلام میں سورۂ نحل کی ایک آیت کی تلاوت کا شرف حاصل کیا۔ سورۂ نحل قرآن مجید کا (۱۶) سولہواں سورہ ہے اور اُس سورے کی جو آیت میں نے آپ کی خدمت میں پیش کی ہے اُس آیۂ مبارکہ میں پروردگار نے دو مختلف خطاب کیے۔ ایک خطاب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے، دوسرا خطاب امت سے ہے وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا ''حبیب تم سے پہلے ہم جتنے بھی رسول بھیجتے رہے ہیں وہ سب کے سب مرد تھے'' نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ ''اور ہم اُن پر اپنی وحی نازل کیا کرتے تھے۔'' اتنا خطاب آیت کا پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے اور اب پروردگار نے مخاطب کیا اُمت کو، فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ''اور سنو انسانو! سنو اگر تم جاہل ہو، اگر تم جانتے نہیں ہو، اگر تمہیں واقفیت نہیں ہے تو اہل الذکر سے سوال کرو تمہارے پاس علم آجائے گا۔ (سورۂ نحل : آیت ۴۳) ہمیں اسی مختصر سے ٹکڑے پر بحث کرنی ہے اور یہ دیکھنا ہے کہ اس آیۂ مبارکہ کے اس جز میں پروردگار عالم نے وہ کیا راز رکھا جس کی بنیاد پر آج تک اجتہاد و تقلید کا ادارہ قائم ہے۔ تو حکم آیت یہ ہے کہ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ انسانو! سنو اگر تم جاہل ہو اور کسی مسئلے کو معلوم کرنا چاہتے ہو تو اہل الذکر سے پوچھو اور اہل الذکر سے سوال کرو۔ اس آیۂ مبارکہ میں دو حکم ہیں، ایک تو بڑا سامنے کا حکم ہے کہ اہل الذکر سے پوچھو اور اہل الذکر سے سوال کرو، لیکن میرے محترم سننے والے اگر توجہ کریں تو اس ایک آیت میں دو ذمہ داریاں پروردگار نے لگائی ہیں انسانوں پر۔ بھئی پہلی ذمہ داری تو یہ ہے، جو آیت میں

واضح ہے، کہ اہل الذکر سے پوچھو اور دوسری ذمہ داری جس کو آیت میں واضح نہیں کیا گیا وہ یہ ہے کہ پہلے یہ تو معلوم کرو کہ اہل الذکر ہیں کون؟ جب تک اہل الذکر نہ معلوم ہوں اس وقت تک اہل الذکر سے سوال ممکن نہیں ہے۔ اچھا تو اب ہم یہ کیسے معلوم کریں؟ اب ذرا سی ہم عقیدے پر گفتگو کر لیں اور پھر براہِ راست فروعِ دین کی طرف چلے جائیں گے یعنی اجتہاد کی طرف، تو اب یہ کیسے معلوم ہو کہ یہ اہل الذکر ہیں کون؟ جن کے لئے پروردگار نے کہا کہ اگر تم جاہل ہو تو اہل الذکر سے سوال کرو۔ اچھا اب میرے محترم سننے والے یقیناً متوجہ ہوں گے کہ پروردگار نے اس آیۂ مبارکہ میں حکم عام دیا ہے کہ سوال کرو اہل الذکر سے، کیا پوچھو یہ نہیں ہے۔ فقہ کا سوال کرو، معاشیات کا سوال کرو، سیاسیات کا سوال کرو، فلسفے کا سوال کرو، علم کلام کا سوال کرو۔ بھئی کوئی Limit کی ہے کہیں پر کہ بھئی یہ پوچھنا اور یہ نہ پوچھنا۔ حکم عام ہے کہ اہل الذکر سے سوال کرو اگر تم جاہل ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اہل الذکر جو بھی ہوں، میں اس موضوع پر ابھی بات نہیں کرنا چاہ رہا ہوں، اہل الذکر جو بھی ہوں اُسے اِس قابل ہونا چاہیے کہ جس علم کا بھی سوال کیا جائے وہ جواب دینے کی Position میں ہو، وہ جواب دے سکے۔ اب جو بھی ہو اہل الذکر، اب ہم ابھی طے کریں گے یہ اہل الذکر کون ہیں؟ جن کے لئے پروردگار نے کہا ہے کہ اہل الذکر سے سوال کرو اگر تم جاہل ہو۔

دیکھئے مختلف مقامات پر کچھ حکم قرآن میں ہیں اور کچھ حکم پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث میں، وہ سارے احکامات اگر آپ جوڑ لیں تو ایک عجیب نتیجے تک پہنچ جائیں گے۔ پہلا حکم فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ سوال کرو اہل الذکر سے اگر تم جاہل ہو تو اب ہمارا اور آپ کا فریضہ کیا ہے؟ پوچھنا ہے اہل الذکر سے۔ اسے ذہن میں رکھیں، اب دوسری آیہ مبارکہ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ "اے ایمان لانے والو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور رہو صادقین کے ساتھ۔" (سورۂ توبہ: آیت ۱۱۹) سوال پوچھو اہل الذکر سے، رہو صادقین کے ساتھ۔ اب دو حکم تو میرے محترم سننے والوں کی خدمت میں حاضر ہو گئے، اب تیسرا حکم ...قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا

الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ''بھئی رسالت کی اجرت یہ ہے کہ قربیٰ سے محبت کرو۔'' (سورۂ شوریٰ : آیت ۲۳) اب تین حکم ہو گئے قرآن کے۔ اب تین حکم کیا ہیں؟ محبت کرو قربیٰ سے، رہو صادقین کے ساتھ، سوال کرو اہل الذکر سے۔ اچھا اب یہ تین حکم تو قرآن مجید کے، ورنہ احکامات بہت تھے۔ میں تو تلخیص پیش کرنا چاہ رہا ہوں اور بحث آج کی حد تک بڑی Technical ہے۔ اس لئے میرے سارے سننے والے متوجہ رہیں کہ جانا کہاں ہے۔ سوال کرو اہل الذکر سے، محبت کرو قربیٰ سے، رہو صادقین کے ساتھ۔ اب چلیں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا: اِنِّیْ تَارِكٌ فِیْكُمُ الثَّقَلَیْنِ، مشہور و معروف روایتیں ہیں اور مشہور و معروف آیتیں ہیں، اِنِّیْ تَارِكٌ فِیْكُمُ الثَّقَلَیْنِ كِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِیْ اَهْلَبَیْتِیْ مَا اِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ [1] میں نے پوری روایت بھی نہیں پڑھی۔ میں تم میں دو گراں قدر اور وزنی چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، ایک اللہ کی کتاب دوسرے میری عترت میرے اہلبیتؑ مَا اِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ جب تک تم ان سے متمسک رہو گے، گمراہی سے بچے رہو گے۔ سوال کرو اہل الذکر سے، رہو صادقین کے ساتھ، محبت کرو قربیٰ کے ساتھ اور اب چوتھا حکم کیا ہے؟ تمسک کرو اہلبیتؑ کے ساتھ۔ چار حکم ہو گئے اور اب پھر واپس چلیں قرآن کی طرف یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ ''... اطاعت کرو اولی الامر کی۔'' (سورۂ نساء : آیت ۵۹) اب یہ احکامات دیکھتے جائیں۔ اب میں پھر دہرا رہا ہوں، اُن نوجوان دوستوں کے لئے جو بعد میں آئے کہ بھئی رہو صادقین کے ساتھ، سوال پوچھو اہل الذکر سے، محبت کرو قربیٰ سے، تمسک رکھو عترت سے، اطاعت کرو اولی الامر کی، یہ حکم سامنے آ گئے نا۔ اب پھر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا: مَثَلُ اَهْلِ بَیْتِیْ كَمَثَلِ سَفِیْنَةِ نُوْحٍ مَنْ رَكِبَهَا نَجٰی وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرِقَ وَهَوٰی [2] ''میرے اہلبیتؑ کی مثال نوحؑ کی کشتی کی مثال ہے۔ جو سوار ہو جائے وہ نجات پا جائے، جو منہ کو پھیرے وہ ہلاک ہو جائے، وہ ڈوب جائے۔'' تو سوار ہو جاؤ سفینۂ اہلبیتؑ میں۔ اب کتنے احکامات ہیں اور کتنے عجیب و غریب احکامات ہیں، بھئی رہنا ہے اگر آپ کو تو صادقین کے ساتھ

رہیں، محبت کرنی ہے تو قربیٰ کے پاس جائیں، اطاعت کرنی ہے اولی الامر کے پاس جائیں، سوال پوچھنا ہے اہل الذکر کے پاس جائیں، سوار ہونا ہے اہلبیتؑ کے پاس جائیں، تمسک اختیار کرنا ہے عترت کے پاس جائیں۔ بھئی یہی تو ہے نا۔ تو اب میں پوچھوں اپنے سارے محترم سننے والوں سے کہ اگر یہ پانچ الگ الگ لوگ ہوں، اہل الذکر، اولی الامر، صادقین، عترت، اہلبیت، پانچ لفظ ہیں نا، اگر یہ پانچ الگ الگ لوگ ہوں اور ایک ہو نارتھ ناظم آباد میں، دوسرا ہو کھارادر میں، تیسرا ہو لانڈھی میں، چوتھا ہاکس بے کے اُوپر رہتا ہو، تو آپ سوال پوچھنے کے لئے بھاگیں گے اہل الذکر کے پاس، رہنے کے لئے بھاگیں گے صادقین کے پاس، تمسک کے لئے بھاگیں گے عترت کے پاس، سوار ہونے کے لئے بھاگیں گے اہلبیتؑ کے پاس، تو ساری زندگی بسوں ہی میں گزر جائے گی۔ بھئی ہے یا نہیں؟ یعنی راستے میں ہی ساری زندگی گزر جائے گی۔ تو یہ منطق نہیں ہے، یہ ممکن نہیں ہے کہ پروردگار اور پروردگار کا پیغمبرؐ ایسے حکم دیں جس میں زندگی برباد ہوجائے۔ یعنی اگر اولی الامر مشرق میں ہو، اہل الذکر مغرب میں ہو، قربیٰ شمال میں ہوں، عترت جنوب میں ہو تو اب ایک کے پاس رہنا ہے، دوسرے کی اطاعت کرنی ہے، تیسرے سے تمسک کرنا ہے، چوتھے سے سوالات پوچھنے ہیں، تو اب یہ ممکن نہیں ہے کہ آپ مشرق، مغرب، شمال، جنوب بھاگتے پھریں۔ اس لئے عقل یہ کہتی ہے کہ جو قربیٰ ہوں گے وہی عترت ہوں گے، وہی اہلبیتؑ ہوں گے، وہی صاحب امر ہوں گے اور وہی اہل الذکر ہوں گے۔ بات تو واضح ہوئی نا، وہی لوگ اہل الذکر ہوں گے۔

اب پروردگار نے حکم کیا دیا؟ فَسْئَلُوٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ تم سوال کرو اہل الذکر سے، اگر تم جاہل ہو۔ بھئی میرے محترم سننے والے، مجھے نہیں معلوم واقف ہیں یا نہیں، کہ اصولِ فقہ میں، فقہ کے علاوہ ایک علم ہے جس کا نام ہے اصول فقہ، اصول فقہ میں یہ بات طے شدہ ہے کہ پروردگار اگر کوئی Order کرے تو اگر اس میں مستحب ہونے کا کوئی قرینہ نہ ہو تو وہ Order واجب ہے، وہ حکم اور وہ امر واجب ہے۔ تو پروردگار نے کہا فَسْئَلُوٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

اگر تم جاہل ہو تو اہل الذکر سے سوال کرو۔ سوال کرو امر ہے تو اب ہمارا سوال کرنا، یہ واجب ہے اور اُن کا جواب دینا واجب ہے۔ اگر یہ تمہید واضح ہوگئی ہو، تو جب تک بھی اِس کائنات میں اور اِس دنیا میں ہمیں اہل الذکر ملتے رہیں گے ہم اپنی لاعلمی کو، اپنے مسائل کو، اپنی مشکلات کو اور اپنے Problems کو اہل الذکر کے سامنے پیش کریں گے، لیکن جب اِس دنیا سے اہل الذکر چلے جائیں اور رہنے والا اہل الذکر پردہ غیب میں چلا جائے تو پھر اب ہماری Problem کیا ہو؟ یہ ہے وہ مسئلہ جہاں تک اپنے سننے والوں کو لے کر آنا تھا کہ بھئی جب تک اہل الذکر سامنے ہیں، نماز پوچھنی ہے اُن سے پوچھو، روزہ پوچھنا ہے اُن سے پوچھو، حج پوچھنا ہے اُن سے پوچھو۔ لیکن اگر اہل الذکر اُٹھ جائیں اور ایک اہل الذکر ایسا ہو جو پردہ غیب میں بیٹھ جائے تو اب ہماری Problems کیسے حل ہوں؟

بہت توجہات مبذول رہیں۔ میں نے ابھی ۱۹ ، ۲۰ اور ۲۱ رمضان کی شبوں میں تقریر کرتے ہوئے ایک مسئلہ چھیڑا تھا اور میں چاہ رہا ہوں کہ اس مسئلے کی کچھ تشریحات اور کچھ تفصیلات آپ کی خدمت میں پیش کروں تاکہ یہ بات کھل کر آپ کے سامنے آجائے۔ بھئی ہمیں پوچھنا تھا اہل الذکر سے اور آج اہل الذکر میں سے کوئی بھی موجود نہیں ہے، ایسا جس سے ہم پوچھ سکیں اور اگر ہے تو پردہ غیب میں ہے، اس کی ہماری بات نہیں ہو رہی اب ہم کریں کیا؟ تو یہ مسئلہ جسے ہم اور آپ سوچ رہے ہیں، بیٹھے ہوئے کہ، ہم کیا کریں؟ اسے صدیوں پہلے سوچا گیا اور صدیوں پہلے جو سوچا گیا تو اس کا جو نتیجہ نکلا وہ نتیجہ آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ یہ ذہن میں رہے کہ مسئلہ بہت Technical اور بڑا فنی ہے اور میں کوشش یہ کروں گا کہ آسان ترین لفظوں میں اِس مرحلے کو آپ کی خدمت میں پیش کروں اور زیادہ تفصیلی بات بھی نہیں کروں گا، مختصر بات کروں گا۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ قرآن نے کہا: یہ آیت بھی سورہ نحل میں ہے وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِم مِّنْ أَنفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ سولھواں سورہ ہے اور آیت کا نشان ہے ۸۹۔ لمبی آیت

تھی ، میں ترجمہ فقط اس Relevant Portion کا کر رہا ہوں وَنَزَّلۡنَا عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ تِبۡيَانًا لِّكُلِّ شَيۡءٍ ''حبیب ہم نے اس کتاب کو نازل کیا اور اس کتاب میں ہر شے کا کھلا کھلا بیان موجود ہے۔'' تو اب پہلا حل تو بہت ہی آسان ہے کہ بھئی اہل الذکر اگر موجود نہ ہوں اور اہل الذکر کی آخری فرد اگر غیبت میں موجود ہوں اور ہمارا اُن سے کوئی Contact براہ راست نہ ہو سکے، تو قرآن تو ہے نا اور قرآن کا یہ دعویٰ ہے کہ تِبۡيَانًا لِّكُلِّ شَيۡءٍ ''ہر شے کا اس میں کھلا کھلا بیان موجود ہے۔'' اب عزیزانِ ! محترم یہ ہے قرآن مجید کا دعویٰ کہ ہر شے کا کھلا کھلا بیان اِس قرآن میں موجود ہے۔ دور کیوں جاتے ہیں ، موٹی سی بات میں آپ سے پوچھ لوں کہ بھئی ''سوّر'' کی حرمت کا ذکر قرآن میں ہے، لیکن ساڑھے چھ ہزار آیتوں میں ، قرآن مجید کی ، کہیں دکھلا دیں کہ کتا نجس ہے۔ کتّے کی نجاست کا تذکرہ پورے قرآن میں نظر نہیں آتا۔ ظاہری طور پر کہیں موجود نہیں ہے۔ اچھا تو اب قرآن تو کہہ رہا تھا تِبۡيَانًا لِّكُلِّ شَيۡءٍ ''اس میں ہر شے کا کھلا کھلا بیان موجود ہے۔'' تو جب ہر شے کا کھلا کھلا بیان موجود ہے تو کتے کی نجاست تو ہونی چاہیے نا لیکن بظاہر نظر نہیں آ رہی۔ تو بھئی بات کیا ہے؟ بات کُل اتنی ہے، کبھی موقع ہوا تو تفصیلات بھی عرض کروں گا ، آج تو میں فقط تلخیص عرض کرنا چاہ رہا ہوں ، بات کُل اتنی ہے کہ آم کی گٹھلی لے کر، آپ میری ہتھیلی پر رکھ دیں اور میں قرآن کی قسم کھا کے کہوں کہ اس ہتھیلی میں آم کا پورا درخت ہے۔ آپ جھٹلا سکیں گے میری قسم کو؟ بھئی گٹھلی میں ہے تو ، اِس گٹھلی میں آم کا پورا درخت تو ہے۔ اچھا جب آم کا پودا درخت اس گٹھلی کے اندر ہے تو آپ میری ہتھیلی پر اُسے رکھیں اور رکھنے کے بعد پانی دیتے رہیں۔ بھئی اگر میری ہتھیلی دس ہزار سال تک بھی رہے اور آپ بھی دس ہزار سال زندہ رہیں اور پانی دیتے رہیں تو گٹھلی پھوٹے گی اس ہتھیلی پر؟ نہیں پھوٹے گی اور اسی آم کی گٹھلی کو لے کر ، یہ جو زمین ہے نا ، اسے ذرا سا کھودیں اور کھودنے کے بعد اسے دبا دیں اور دبا دینے کے بعد پانی دیں ، کچھ دنوں کے بعد کونپل پھوٹ آئے گی۔ تو بھئی میری ہتھیلی نے کیا تقصیر کی تھی کہ ہزار سال رکھو، جیسی گٹھلی تھی ویسی رہی اور وہ زمین میں گئی اور اُس نے برگ و بار نکالے اور وہ جو

پورا درخت اُس میں چھپا ہوا تھا وہ کھل کے آگیا۔ تو بات ہے زمین کی۔ اگر زمین صالح ہوگی تو گٹھلی درخت بن جائے گی اور اگر زمین فاسد ہوگی تو گٹھلی گٹھلی ہی رہے گی۔ تو چونکہ ہمارے ضمیر اتنے صالح نہیں ہیں کہ ہم قرآن کی ہر آیت کے راز کو سمجھ سکیں اسی لئے ہمارے لئے یہ Problem ہے کہ ہمیں کتے کی نجاست نہیں ملتی۔ لیکن وہ جس کے اوپر یہ کتاب اتاری گئی، وہ جو راسخون فی العلم ہیں، وہ جو اس کتاب کے وارث ہیں، اُن کے لئے اُن کا سینہ قرآن کی صالح زمین ہے۔ وہ جب چاہیں اس میں سے نکال لیں۔ اسی لئے اب تنہا قرآن کافی نہیں ہے جب تک کہ اُس کے ساتھ سنتِ رسولؐ نہ ہو۔

دیکھئے میں بہت Gradually آگے بڑھ رہا ہوں۔ اب تنہا قرآن کافی نہیں ہے جب تک کہ رسولؐ کی سنت Add نہ کی جائے، اضافہ نہ کیا جائے۔ اب جائیں آپ قرآن مجید کا سروے کریں تو پورے قرآن مجید میں آیتیں ہیں ۶۶۶۶، اس سے زیادہ نہیں ہیں اور ۶۶۶۶ آیتوں میں قصے بھی ہیں، واقعات بھی ہیں، احکام بھی ہیں، مثالیں بھی ہیں، سب کچھ ہے نا؟ تو احکام ہیں ان ساڑھے چھ ہزار آیتوں میں سے کُل ۵۱۴، اس سے زیادہ نہیں ہیں۔ اچھا تو اب کتنی آیتیں ہیں جو حکم سے متعلق ہیں ۵۱۴۔ ان کو الگ کر کے مفسرین نے الگ تفسیریں بھی لکھی ہیں۔ تو دنیا کے مسائل لاکھوں، انسانوں کے مسائل کروڑوں اور آیتیں کتنی ۵۱۴۔ تو اب ضرورت ہے نا کہ ان ۵۱۴ آیتوں کی تشریح کے لئے ہمارے پاس کوئی ایسا Formula ہو کہ قیامت تک کے مسائل اس میں نکل سکیں۔ تو اب اضافہ ہوا سنتِ رسولؐ کا کہ بھئی دیکھو فقط قرآن کافی نہیں ہے جب تک رسولؐ کی سنت اُس کے ساتھ نہ لے لو۔

اب ہم نے لے لی رسولؐ کی سنت، اب رسولؐ کی سنت کے معنی کیا ہیں؟ رسولؐ کا قول، رسولؐ کا عمل، رسولؐ کی تقریر۔ اسی مسئلے کو میں نے مجلس میں چھیڑا تھا اور اب ذرا سی وضاحت کے ساتھ بیان کر رہا ہوں۔ رسولؐ کہہ دیں مان لو، وہ حکم ہے وہ شریعت ہے۔ رسولؐ کر دے، کچھ کر رہا ہے رسولؐ تو اگر حرام ہوتا تو رسولؐ نہ کرتا، کر رہا ہے اِس لیے اسے مانو وہ شریعت ہے۔ تو قول رسولؐ کا سنت، شریعت۔ عمل رسولؐ کا شریعت اور اب تیسری شے رسولؐ کا سکوت، رسولؐ کی تقریر۔ یہ تقریر جو

میں کر رہا ہوں وہ نہیں، تقریر کے معنی ہیں عربی زبان میں چپ رہنا۔ اب آپ نے لطف دیکھا، اردو زبان میں تقریر کے معنی بولنا اور عربی زبان میں تقریر کے معنی چپ رہنا، یعنی زبانوں کا اختلاف، یعنی ایک لفظ ہے اور اس کے استعمال میں کتنا فرق آ گیا۔ اچھا تو اب رسولؐ کا چپ رہنا یہ بھی سنتِ رسولؐ ہے۔ کیا مطلب ہوا؟ دیکھئے کتنی باریکیاں ہیں ان مسائل میں، بات یہ ہے کہ رسولؐ کا فریضہ امر بالمعروف، نہی عن المنکر، خبائث کو حرام کرنا، طیبات کو حلال کرنا، غلامی سے انسانیت کو نجات دلانا، یہ سورۂ اعراف کی آیت میں ہیں، ساتواں سورہ ہے سورۂ اعراف اور آیت کا نشان ہے ۱۵۷ اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَیَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ کتنی طویل آیت ہے، لیکن میں پوری آیت کو استدلال میں پیش نہیں کر رہا ہوں، میں تو ایک لفظ کے لئے یہ آیت پڑھ رہا ہوں۔ وہ لوگ جو رسولؐ کی پیروی کرتے ہیں کون ہے یہ؟ نبی بھی ہے، اُمّی بھی ہے اور یہ کیا ہے؟ پانے والے اس کا تذکرہ قیامت تک توریت و انجیل میں پاتیں رہیں گے۔ اللہ بول رہا ہے، اچھا ہم نے کیوں بھیجا؟ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ اس لیے بھیجا کہ اچھائیوں کا حکم دے۔ رسولؐ کیوں آیا؟ اچھائیوں کا حکم دینے کے لئے وَیَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ اور رسولؐ کو ہم نے اس لیے بھیجا کہ برائیوں سے روکے۔ رک جائیں، بس اسی ٹکڑے کے لئے میں نے زحمت دی تھی۔ اب:

- قولِ رسولؐ — سنت،
- عملِ رسولؐ — سنت،
- رسولؐ اگر کسی کام کو دیکھ رہا ہے اور منع نہیں کر رہا ہے یہ بھی سنت ہے۔

کیوں سنت ہے؟ اس لئے سنت ہے کہ قرآن کہہ چکا ہے وَیَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ رسولؐ کا فریضہ ہے

کہ برائی سے روکے، تو اگر وہ کام برا ہوتا تو فوراً روک دیتا، روک نہیں رہا ہے اِس کا مطلب یہ ہے کہ وہ کام صحیح ہے۔

تو اب رسولؐ کی سنت کے تین اجزا: (۱) قولِ رسولؐ (۲) عملِ رسولؐ (۳) سکوتِ رسولؐ۔ دیکھ لے رسولؐ کام کرتے ہوئے اور پھر آپ کو نہ ٹوکے اس کا مطلب، وہ کام صحیح ہے۔ ہوگیا، اب ان تینوں میں Important کون ہے، قول، عمل یا سکوت؟ تو آپ یقین فرمائیں کہ عام علماء اسلام کا خیال یہ ہے کہ رسولؐ کا عمل زیادہ اہم ہے۔ عام علماء کا جو مسلمانوں میں گزرے ہیں نا، اُن کا خیال یہ ہے کہ رسولؐ کا عمل، وہ زیادہ Important ہے اور رسولؐ کا قول دوسرے درجے پر اور رسولؐ کا سکوت تیسرے درجے پر۔ لیکن میں نے جب غور کیا تو مجھے اندازہ ہوا کہ نہیں، معاملہ اِس کے برعکس ہے۔ اُن کا کیا خیال ہے؟ رسولؐ کا عمل پہلے درجے پر، رسولؐ کا قول اُس کے بعد، رسولؐ کا سکوت تیسرے درجے پر، یہی ہے نا۔ اچھا تو عمل ہے پہلے درجے پر، اب میں اپنے سارے محترم سننے والوں کو مخاطب کر رہا ہوں، بھئی آپ کے نزدیک اگر رسولؐ کا عمل پہلے درجے پر ہے اور سب سے Important وہی ہے تو فرض کریں کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے سامنے، مفروضہ ہے نا Supposition، آپ کے سامنے دو رکعت نماز پڑھ رہے ہیں تو اگر عمل حجت ہے تو مجھے اتنا بتلا دیں کہ یہ نماز جو پڑھ رہے ہیں، وہ واجب ہے یا مستحب ہے؟ کوئی صاحب بھی بتا دیں، نہیں طے ہوسکتا کہ رسولؐ نے جو نماز پڑھی دو رکعت، وہ واجب نماز تھی یا مستحب نماز تھی۔ جب تک پیغمبرؐ خود نہ بتلائیں اُس وقت تک یہ نہیں پتا چل سکتا کہ وہ نماز واجب تھی یا مستحب تھی۔ تو اہمیت قول کی زیادہ ہے یا عمل کی زیادہ ہے؟ تو علماء اسلام کی یہ بات کچھ زیادہ وزنی نہیں ہے کہ اہمیت عمل کو زیادہ ہے قول کو کم ہے۔ عمل تشریح کا محتاج ہے کہ میں نے جو یہ کام کیا وہ کیا ہے؟ اور میں واضح کردوں، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایک خاتون آئیں، دیکھئے سنت پر عمل، بھئی ہم مسلمان تو سنت پہ عمل کرتے ہیں نا کہ جو رسولؐ کرے وہ کرو۔ اب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک خاتون آئیں اور رسولؐ نے انہیں دیکھا تو اب آپ

سنتِ رسولؐ پر عمل کریں، اُنہیں بھی دیکھیں آپ۔ ہوسکتا ہے کہ وہ پیغمبرؐ کے لئے محرم ہوں۔ جب ہی رسولؐ دیکھ رہے ہیں۔ تو جو پیغمبرؐ کے لئے محرم ہو، وہ آپ کے لئے محرم کہاں سے ہوجائے گا؟ تو اگر عمل ہی کو حجت قرار دے دیں گے تو بڑی خطرناک منزلیں آجائیں گی اور بڑے دھوکے ہوجائیں گے۔ اسی لئے ضروری ہے کہ پہلے درجے پر رکھا جائے قولِ رسولؐ، دوسرے درجے پر رکھا جائے عملِ رسولؐ، تیسرے درجے پر رکھا جائے سکوتِ رسولؐ۔ اچھا اب ہم نے رسولؐ کا قول لیا رسولؐ کا عمل لیا اور رسولؐ کے سکوت کو ہم نے لے لیا اور اس سے ہم نے شریعت بنائی۔ بہت توجہ رہے، اِس لئے کہ میں اب Sources عرض کر رہا ہوں میں نے اصطلاحیں جان بوجھ کے چھوڑ دی ہیں تاکہ بحث Technical نہ بننے پائے۔ یہ Sources ہیں legislation کے اسلام میں۔ یعنی شریعت کے ماخذ، کہ شریعت بنتی کیسے ہے؟

تو اب پہلی چیز کیا تھی؟ قرآن۔ آیتیں ہیں ۵۱۴۔ ان کی تشریح کے لئے ہم نے رسولؐ کی سنت لے لی۔ اچھا اب آپ نے رسولؐ کی سنت لے لی نا، ان کا قول بھی لیا، ان کا عمل بھی لے لیا اور ان کے سامنے کسی نے کوئی کام کیا، رسولؐ نہیں بولے، آپ نے اسے بھی Record کرلیا تاریخ میں۔ اب وہ پورا ریکارڈ آپ کے سامنے آیا۔ تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ پیغمبر اکرم ﷺ سے جتنی روایتیں آئی ہیں صحاح ستہ میں، اور دوسرے ذخیرۂ احادیث میں جتنی بھی روایتیں آئیں ہیں ان سب کو جمع کریں، ان کی تعداد سات ہزار سے زیادہ نہیں ہے۔ مکررات کو ہٹانے کے بعد، راویوں کے اختلاف کو ختم کرنے کے بعد، جو پیغمبر اکرم ﷺ نے، یعنی اس میں فرضی بھی ہوں گی، جعلی روایتیں بھی ہوں گی، ان کی ساری کی تعداد کیا ہے؟ سات ہزار۔ اچھا تو اب اگر سنتِ رسولؐ پر آپ رک جائیں تو ۵۱۴ وہ آیتیں اور سات ہزار حدیثیں پیغمبر اکرم ﷺ سے آئیں تو سات ہزار پانچ سو چودہ مسائل جو نکلیں گے آپ کے پاس اُن کے حل تو مل گئے نا، قرآن کی آیت میں بھی مل گئے اور پیغمبر اکرم ﷺ کی روایت میں مل گئے۔

بھئی مسئلہ تو یہ ہے کہ زندگی کہیں رکتی نہیں ، زندگی کہیں Freeze نہیں ہوتی ، معاشرہ ہمیشہ ترقی کرتا رہتا ہے اور جیسے جیسے معاشرہ ترقی کرے گا ویسے ویسے نئے نئے مسائل پیدا ہوں گے۔ میں مثالیں دوں گا نئے مسائل کی ، ایک مثال ابھی آپ کی خدمت میں پیش کروں گا۔ اچھا تو جب نئے مسائل پیدا ہوں گے تو وہ سات ہزار پانچ سو چودہ حدیثیں اور آیتیں مل کے کیا آپ کے مسئلے کو حل کردیں گی ؟ نہیں حل کریں گی ، اس لئے حل نہیں کریں گی کہ جس طریقے سے قرآن مبہم ہے کہ سمجھ میں نہیں آتا پوری طریقے سے اس طریقے سے سنتِ رسولؐ بھی مبہم ہے۔ بہت سی باتیں سمجھ میں آتی ہیں ، بہت سی باتیں سمجھ میں نہیں آتیں۔ اچھا تو اب جو ذخیرہ ہے آپ کے پاس وہ ہے سات ہزار پانچ سو چودہ ، یہ میں مثالاً عرض کر رہا ہوں ، ممکن ہے کہ سات ہزار سے دو چار روایتیں اوپر ہوں اور آپ کے جو مسائل ہیں ، وہ ہیں لاتعداد۔ صرف توضیح المسائل میں ۳ ہزار کے قریب مسئلے ہیں۔ تو اگر بڑی بڑی فقہ کی کتابیں آپ اٹھالیں تو بیس پچیس ہزار مسئلے تو آسانی سے نکل آئیں گے۔ چھوٹی سی کتاب میں ۳ ہزار سے زیادہ مسئلے ہیں۔ اچھا تو اب ہم کیا کریں ؟ اب اگر فقط رسولؐ کی سنت پر رک جائیں تو آپ واقعاً پھنس جائیں گے۔ اس لئے پھنس جائیں گے ، اس لیے آپ اس کے اندر Involve ہوجائیں گے اور پھنس جائیں گے کہ آپ کے پاس سات ہزار سے زیادہ روایتیں نہیں ہیں۔ اب ہم پھر واپس چلیں ، بھئی رسولؐ اسی دن کے لئے کہہ کے گیا تھا کہ میری عترت سے تمسک کرو ، سفینۂ نوحؑ میں سوار ہوجاؤ ، قرآن نے کہا تھا صادقین کے ساتھ رہو ، قرآن نے کہا تھا سوال اگر پوچھنا ہے تو اہل الذکر سے پوچھو۔ یہ نہیں کہا کہ اگر سوال پوچھنا ہے تو فقط ہمارے رسولؐ سے پوچھنا ، نام نہیں لیا ، اہل الذکر ، اب جو لوگ بھی اہل الذکر ہوں وہ اِس قابل ہوں گے کہ ہم اُن سے مسائل کو لیں۔ اسی لئے کتابِ خدا کے بعد ، قرآن کے بعد ہمارے یہاں دوسرا جو ماخذ ہے ، فقہ جعفری میں ، وہ فقط سنتِ رسولؐ نہیں ہے ، وہ ہے سنتِ معصومؑ۔ اچھا تو فرق کیا ہوگیا سنتِ رسولؐ میں اور سنت معصومینؑ میں ؟ فرق یہ ہوا کہ اگر سنتِ رسولؐ کہیں تو فقط رسولؐ کی سنت حجت ہے اور اگر سنت معصومینؑ کہیں تو رسولؐ

کے ساتھ تیرہ اور بھی کردار ہوں گے جو اُسی مقام پہ ہوں گے جہاں پر شریعت بنائی جا سکے اور شریعت کے جوابات دیئے جا سکیں۔ یہی سبب ہے کہ جنہوں نے فقط رسولؐ کی سنت لی، اُن کے پاس ذخیرۂ حدیث میں فقط سات ہزار، میں نے مکررات کے ساتھ کہا ہے ورنہ اگر آپ کم کریں گے تو شاید چار ہزار سے بھی زیادہ نہ بن سکیں تو جنہوں نے رسولؐ کی سنت کو لیا اُن کے پاس سات ہزار یا چار ہزار روایتیں اور جنہوں نے معصومؑ کی سنت کو لیا، اُن کی کتابیں اگر آپ اٹھائیں، تو فقط ایک کافی لے لیں نا، محمد ابن یعقوب کلینیؒ کی مرتب کی ہوئی حدیث کی کتاب، تو اس میں ۱۶ ہزار سے زیادہ ہیں۔ تو اب ۱۶ ہزار مسئلوں کا تو حل آ گیا نا آپ کے پاس۔ بھئی سات ہزار پانچ سو چودہ کے مقابلے میں ۱۶ ہزار زیادہ ہیں یا نہیں۔ لیکن جو اعتراض میں نے اُس سات ہزار پر کیا ہے، وہی اعتراض اس ۱۶ ہزار پر بھی ہوگا اور میرے ہر محترم سننے والے کے ذہن میں ہوگا۔ میں نے کیا اعتراض کیا تھا؟ کہ بھئی چلو قرآن اور سنتِ رسولؐ کو ملا کر تم نے سات ہزار پانچ سو چودہ مسئلوں کے حل دے دیئے، لیکن اگر سات ہزار پانچ سو پندرہواں مسئلہ آ گیا، اُس کے لئے کہاں جاؤ گے؟ لیکن روایتیں اور حدیثیں تو اتنی ہیں نا۔ اچھا اب وہ آپ سے پوچھتا ہے کہ چلیے آپ کے پاس حدیثیں زیادہ، ۱۶ ہزار ہیں، لیکن اگر مسئلہ آ گیا سولہ ہزار ایک تو اب آپ اُس کا حل کیا دیں گے؟ تو ہمارے نقطۂ نظر میں اور اُس نقطۂ نظر میں فرق یہ ہے کہ سنتِ رسولؐ سن ۱۱ ہجری میں ختم ہوگئی، اس لئے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ اب ایک حدیث کا اضافہ نہیں ہو سکتا اور سنتِ معصومؑ اسی لئے ختم نہیں ہو سکتی کہ اگر مسئلہ پیدا کرنے والے موجود ہیں تو ایک حل دینے والا پردۂ غیب میں موجود ہے۔ سنتِ معصومؑ ختم نہیں ہوئی ہے سنتِ معصومؑ مسلسل جاری ہے۔

تو پہلا ماخذ شریعت کا کتابِ خدا، دوسرا ماخذ شریعت کا سنتِ رسولؐ Plus تیرہ معصومؑ یعنی سنتِ معصومینؑ، یہ دوسرا ماخذ آ گیا۔

اب تیسرے ماخذ پر آ جائیں۔ بحث بڑی Technical ہے۔ یعنی بحث کیا Technical ہے وہ

جو عنوان ہے نا اجتہاد اور اختلافِ فتاویٰ ، یہ موضوع ہی بڑا Technical ہے اور اگر میں کچھ آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا اصطلاحی لفظوں کو استعمال کر کے تو شاید بات زیادہ آسانی سے واضح ہوجاتی لیکن یہ اب میری مجبوری ہے ، مجھے اپنے نوجوان دوستوں تک اِس پیغام کو پہنچانا ہے کہ کتابِ خدا ، سنتِ رسولؐ ، تیسرا Source ایک گروہ میں '' قیاس '' اور ہمارے یہاں '' دلیل عقل ''۔ چوتھا Source '' اجماع '' ، اُدھر بھی ، دوسرے مکاتبِ فکر میں بھی اور ہمارے یہاں بھی۔ اب رک جائیں اب ہوگئے چار :

(۱) کتابِ خدا

(۲) سنتِ معصومؑ

(۳) اجماع پہلے رکھ لیں اور

(۴) ایک طرف قیاس دوسری طرف دلیلِ عقل

تو ہم نے کتابِ خدا Discuss کی ، سنتِ معصومؑ ہم نے Discuss کر لی۔ اب اجماع ، اجماع کے معنی کیا ہیں ؟ اجماع کے معنی یہ ہیں کہ سو فیصد مسلمان ، پوری دنیا کی جو اُمت مسلمہ ہے سو فیصد ، کسی بات پر متفق ہوجائے۔ اس کا متفق ہوجانا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ بات صحیح ہے۔ میں بہت عجیب وغریب بات عرض کر رہا ہوں ، آپ تو ڈیڑھ ہزار سال سے اجماع کے خلاف بولتے رہے ہیں تو آسانی سے تو تسلیم نہیں کریں گے۔ لیکن ہے ، فقہ جعفری میں تیسرا Source یہی ہے۔ پہلا Source قرآن ، پہلا ذریعہ شریعت لینے کا۔ دوسرا ذریعہ سنتِ معصومؑ ، تیسرا ذریعہ اجماع۔ تو دوسرے فقہی مکاتب میں یہ کہا گیا کہ بھئی اس کی دلیل یہ ہے کہ پیغمبرؐ نے کہا تھا کہ لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلٰی خَطَاءٍ اَوْ عَلٰی ضَلَالٍ اَوْ عَلٰی ضَلَالَۃٍ[۳] پیغمبرؐ نے فرمایا کہ '' میری امت پوری کی پوری کبھی گمراہی پر جمع نہیں ہوگی '' اب مخبر صادق ﷺ کا قول ہے نا '' میری امت پوری کی پوری کبھی کسی غلط بات پر اجماع نہیں کرے گی۔'' پوری امت ، یہ نہیں کہ مدینے کے مثلاً پندرہ افراد ہوں یا مدینے کے

ستائیس افراد ہوں، نہیں پوری امت۔ پوری امت غلط بات پر کبھی اجماع نہیں کرے گی تو انہوں نے Result یہ دیا کہ اگر یہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر سارے مسلمان کسی بات پر جمع ہوجائیں تو وہ بات صحیح ہوگی۔ بات تو معقول ہے نا؟ بات معقول ہے۔ لیکن ہمارے پاس دلیل یہ نہیں ہے۔ اب ہم اپنی دلیل دینا چاہتے ہیں۔ بھئی یہ بتائیں، بہت توجہ رہے، کہ وہ جو آپ کا آخری امامؑ غیب میں بیٹھا ہوا ہے اُس کا کام کیا ہے؟ کوئی کام تو ہوگا نا۔ تو جس طریقے سے ایک اَن دیکھی طاقت گمراہ کر رہی ہے اُسی طریقے سے وہ فی الحال نظر نہ آنے والا انسان ہدایت کر رہا ہے، اسے ذہن میں رکھیے گا۔ تو اُس غیب میں بیٹھنے والے امامؑ کا فریضہ یہ ہے کہ اگر کوئی غلط بات ہو رہی ہے تو وہ حق بات کہہ دے، چاہے سامنے آئے یا نہ آئے۔ کسی کے دل میں ڈال دے، کسی کے کان میں کہہ دے، القا کرے یعنی صحیح بات معاشرے میں ہر زمانے میں موجود رہے۔ یعنی ضروری نہیں کہ سب مان لیں۔ سب تو مانیں گے بھی نہیں لیکن اُس کا یہ فریضہ ہے کہ کسی غلط بات پر ساری امت کو جمع نہ ہونے دے۔ اگر، بھئی بڑا Policy Making جملہ عرض کر رہا ہوں، اگر پوری امت پیغمبرؐ کی کسی غلط بات کے اوپر جمع ہوجائے یعنی سو فیصد تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ غائب فریضۂ ہدایت کو انجام نہیں دے رہا ہے۔ کیوں غلط بات پہ جمع ہوئے سب؟ یعنی سب جمع ہوگئے! تو یہ ممکن نہیں ہے کہ اُس امامؑ کے ہوتے ہوئے پوری امت کسی غلط بات کے اوپر مجتمع ہو سکے۔ اسی لئے اگر امت جمع ہو رہی ہے، واقعاً کسی بات پر، تو مطلب یہ ہے کہ امامؑ کی رائے اور امامؑ کا عندیہ اُس کے اندر شامل ہے، اس کا نام ہے ہمارے یہاں اجماع۔ تو پہلا Source کتابِ خدا، دوسرا Source سنتِ معصوم، تیسرا Source اجماع اور اب چوتھا: ایک طرف "قیاس" دوسری طرف "دلیلِ عقل"۔

میں نے بہت زحمت دے دی اور اب مجھے اختلافِ فتاویٰ تک پہنچنا ہے۔ ابھی تو میں اجتہاد تک نہیں پہنچا، لیکن بس بہت تیزی کے ساتھ گزروں گا میں۔ ہمارے پاس دلیلِ عقل دوسروں کے پاس قیاس۔ بھئی قیاس کے معنی: اِسے دیکھا، یہ ملتا جلتا ہے اس سے، اس لیے جو اس کا حکم وہ

اُس کا حکم۔ یہ ہے قیاس۔ قیاس کے معنی : دو چیزیں ملتی جلتی ہیں تو جو اِس کا حکم وہ اُس کا حکم۔ ہمارے یہاں یہ نہیں ہے۔ کیوں نہیں ہے؟ آسان سی بات ہے، وہ اس لئے نہیں ہے کہ عزیزانِ محترم! قیاس کے معنی ہیں اپنی رائے کو اور اپنی عقل کو دخل دینا، اپنی مرضی کو دخل دینا۔ تو جس کے یہاں سنت کم ہوگی وہی تو اپنی مرضی کو دخل دے گا نا۔ لیکن جس کے یہاں سنت کا دائرہ وسیع ہو اور جس کے حاملانِ سنت آج تک موجود ہوں، اسے کیا ضرورت ہے قیاس کو دخل دینے کی؟ تو اب ہم قیاس کو دخل نہیں دیتے، اب ہمارے یہاں کیا ہے؟ ہمارے یہاں ہے دلیلِ عقل۔ تو اب آپ کہہ دیں کہ صاحب یہ تو نام کا فرق ہے۔ وہ کہتے ہیں قیاس آپ کہتے ہیں دلیلِ عقل، تو فرق کیا ہوا؟ نہیں فرق ہے، یہی بتلانا ہے ہماری یہاں جو دلیل عقل ہے وہ سنتِ معصومؑ اور قرآن مجید کی روشنی میں ہے۔ مثلاً میں مثال دے دوں۔ دیکھئے سگریٹ، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں نہیں تھی۔ سگریٹ نوشی، حقہ کم سے کم اُس Culture میں نہیں تھا۔ کوئی حکم نہیں ہے سگریٹ کے سلسلے میں اور ہمارے مجتہدین بھی پیتے رہے مباح سمجھ کر۔ دلیل کیا ہے؟ بھئی جب کوئی حکم نہیں ہے تو حرام بھی ہوسکتا ہے حلال بھی ہو سکتا ہے۔ ہوسکتا ہے نا۔ ایک آیت ہے قرآن کی اور عجیب وغریب آیت ہے، سورۂ بنی اسرائیل میں، یہ دلیلِ عقل سمجھانے کے لئے عرض کر رہا ہوں ...وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا اللہ فرماتا ہے کہ "ہم کسی پر بھی اُس وقت تک عذاب نہیں کرتے جب تک اُس کے پاس پیغام نہ پہنچا دیں۔" (سورۂ بنی اسرائیل : آیت ۱۵) بات تو بڑی واضح ہے نا۔ قوم لوطؑ کے پاس پیغام آگیا، انہوں نے نہیں مانا عذاب آگیا۔ قوم نوحؑ کے پاس پیغام پہنچا، انہوں نے نہیں مانا عذاب آگیا۔ تو پروردگار کیا کہہ رہا ہے کہ ہم کسی انسان پر بھی عذاب نازل نہیں کرتے جب تک اس کے پاس پیغام نہ پہنچا دیں۔ Result کیا نکلا؟ رزلٹ یہ نکلا کہ اللہ کی سیرت میں Message بھیجے بغیر عذاب دینا نہیں ہے۔ اللہ کی سنت میں اور اس کی سیرت میں پیغام دیئے بغیر عذاب دینا نہیں ہے۔ اب مجتہد نے رزلٹ کیا نکالا؟ مجتہد نے رزلٹ یہ نکالا کہ اگر یہ تمباکو حرام ہوتی تو ہمارے پاس پیغام آیا ہوتا۔ کتنا

Clear Cut رزلٹ ہے، کتنا Clear Cut اجتہاد ہے جو اِس کے اندر سے نکلا۔ اگر تمبا کو حرام ہوتی تو ہمارے پاس پیغام آیا ہوتا، ہمارے پاس پیغام نہیں آیا ہے، تو اب اگر ہم پی کے اُس کی بارگاہ میں جائیں تو عذاب تو دے گا نہیں اور جس چیز پر عذاب نہ دیا جائے وہ مباح ہوگی۔ تو اتنی آسانی کے ساتھ اس کے مباح ہونے کا فتویٰ ہمارے مجتہدین نے اِس ایک چھوٹی سی آیت سے دے دیا۔ تو ہمارے یہاں جو چوتھا Source ہے دلیلِ عقل، اُس Source کا مطلب یہ نہیں ہے کہ عقل میں جو آیا وہ تھوپ دیا۔ نہیں! قرآن کو دیکھو، حدیث کو دیکھو اور جو قواعد و کلیات بیان کیے گئے ہیں اُن قواعد و کلیات کی روشنی میں تم نتیجے اخذ کرو، اِس کا نام ہے دلیلِ عقل۔

تو اب ہمارے پاس چار Source ہیں: (۱) کتابِ خدا ہے (۲) رسولؐ اور معصومؑ کی سنت ہے (۳) اجماع ہے (۴) دلیل عقل ہے۔ وہ لے کے ہم یہ ۱۹۹۰ء میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ اچھا اب میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ بھئی رسولؐ کے زمانے میں تو آپ مکلف تھے۔ نماز پڑھو، روزہ رکھو۔ کیا آج مکلف نہیں ہیں؟ آج بھی ہیں۔ اچھا رسولؐ کے زمانے میں اگر کوئی مسئلہ ہوتا تھا رسولؐ سے پوچھ لیتے تھے:

تو پہلی بات: آج ہم مکلف ہیں

دوسری بات: ہم اُس زمانے میں اگر ہوتے تو رسولؐ یا معصومؑ سے پوچھ لیتے۔ آج نہ رسولؐ ہیں نہ معصومؑ ہیں، نمبر دو۔ میں رزلٹ دے رہا ہوں۔

نمبر تین: ہمیں رسولؐ، اللہ کی کتاب دے گیا، اپنی سنت دے گیا اور اپنے بعد تیرہ معصوموںؑ کی سنت دے کے گیا یہ نمبر تین۔

پھر سنیں ہم مکلف ہیں نمبر ا۔ نمبر ۲ آج ہمارے پاس کوئی معصومؑ نہیں ہے کہ ہم Direct اُس سے پوچھ سکیں، یہ نمبر دو۔ نمبر تین لیکن وہ رسولؐ بندوبست کر کے گیا ہے، خدا کی کتاب دے کے گیا ہے، اپنی سنت دے کر گیا ہے اور اپنے ساتھ تیرہ معصوموںؑ کی سنت دے کے گیا ہے۔

نمبر ۴: اب اگر ہم اس کتاب کو براہ راست سمجھ سکتے، اس کی سنت کو براہ راست سمجھ سکتے،

معصومینؑ کی سنت کو براہ راست سمجھ سکتے تو ہم بَیْنِیْ وَ بَیْنَ اللهِ اُسے سمجھیں اور جو حکم اُس میں سے نکالیں وہی ہمارے حق میں اللہ کا حکم ہوگا۔

تو اب وہ لوگ جو واقعاً حدیث سمجھتے ہیں، سنت سمجھتے ہیں، کتابِ خدا کو سمجھتے ہیں، قرآن کی ساری تفسیروں سے آگاہ ہیں، طریقہ استنباط سے واقف ہیں، اُن کا فریضہ شرعی ہے کہ، وہ اِس عہد میں جب معصومؑ سامنے موجود نہیں ہے، کہ Direct اُس میں سے نکالیں اور نکالنے کے بعد اُس پر عمل کریں۔ تو مجتہد تو چھوٹ گیا کہ اُس نے کتاب دیکھی، سنت دیکھی اور دیکھنے کے بعد Result نکالا اور Result نکالنے کے بعد اُس پر عمل کرلیا۔ آپ کیا کریں؟ اور میں کیا کروں مثلاً؟ بھئی اب Public کیا کرے؟ ہے نا؟ تو اب پبلک کو پھر واپس چلنا پڑے گا اُن معصوموںؑ کی بارگاہ میں کہ اُن سے Indication ملے، اُن سے Direction ملے۔

تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ بھئی چار ہیں، نوّابِ اربعہ جو کہلاتے ہیں چار۔ اُن چار کے آخری ہیں علی ابن محمدِ سمری۔ سن ۳۲۹ ہجری میں ان کا انتقال ہوا۔ علی ابن محمدِ سمری، انھوں نے خط لکھا امامؑ کے نام، خط کا جواب آیا۔ وہ Text، وہ جواب آج تک بحار الانوار میں، کافی میں اور دوسری جگہوں میں موجود ہے۔ پہلے تو سوالات کے جوابات دیئے امامؑ نے اور اس کے بعد کہا کہ "اے علی ابن محمدِ سمری! ایک ہفتے کے اندر تم اِس دنیا سے اٹھ جاؤ گے اور تمہارا انتقال ہوجائے گا اور میں غیبت کبریٰ میں چلا جاؤں گا۔" فَمَنِ ادَّعَی الْمُشَاهَدَةَ...فَهُوَ كَذَّابٌ مُفْتَرٍ[۴] "اور اب جو غیبت کبریٰ میں گیا تو کوئی شخص اگر میری رویت کا دعویٰ کرے، میرے مشاہدے کا، میری رویت یعنی میرا دیکھنا، اِس کا دعویٰ کرے، ادعا کرے یعنی نیابت کا ادعا کرے، تو وہ کذاب ہے اور جھوٹا ہے۔" تو اب خطوط امامؑ کے پاس جاتے تھے، امامؑ جواب لکھ دیا کرتے تھے، بات تو مکمل ہوگئی نا۔ اب میں جا رہا ہوں، یہ خطوط والا Contact ختم ہوگیا۔ وَاَمَّا الْحَوَادِثُ الْوَاقِعَةُ فَارْجِعُوْا فِيْهَا اِلٰى رُوَاةِ حَدِيْثِنَا[۵] "دیکھو قیامت تک آنے والے جتنے بھی مسائل ہیں ان میں ہمارے راویانِ حدیث کی طرف رجوع کرنا، جو لوگ ہماری حدیثوں کی روایت کرتے ہیں ان کی طرف رجوع کرنا۔" یہ نہیں کہا کہ اپنی عقل

سے مسئلے حل کر لینا، عقلی گدے لڑاتے رہنا اور جو الٹا سیدھا سمجھ میں آجائے اس پر عمل کر لینا۔ نہیں! ہم حدیثیں دے کے جا رہے ہیں، ہم اپنے اقوال دے کے جا رہے ہیں، ہم قرآن مجید کی تشریح دے کے جا رہے ہیں۔ تو اَمَّا الْحَوَادِثُ الْوَاقِعَةُ قیامت تک آنے والے جتنے بھی تمہارے مسائل ہیں، اُن سب میں کس کی طرف رجوع کرو؟ ہماری حدیثوں کی روایت کرنے والوں کی طرف رجوع کرو۔ تو یہ جو ہمارے یہاں Category بنی ہے، جنہیں ہم مجتہدین کہتے ہیں، یہ درحقیقت معصومینؑ کی حدیثوں کے راوی ہیں۔ یہ فقہ سمجھتے ہیں، اصولِ فقہ سمجھتے ہیں، طریقہ استنباط سے واقف ہیں، صحیح حدیث کو سمجھتے ہیں، غلط حدیث کو سمجھتے ہیں، کون سی تقیہ میں بیان کی گئی، کون سی تقیہ میں نہیں بیان کی گئی، ان ساری چیزوں کو سمجھتے ہیں اور Criterion وہی ہے کہ بھئی ہم مکلف ہیں، معصومؑ ہمارے سامنے نہیں ہے، کتاب پوری طرح واضح نہیں ہے۔ تو اب جو بھی رسولؐ ہمیں دے کے گیا ہے اس سے جو ہم استنباط کریں گے اور جو ہم اخذ کریں گے اُس اخذ و استنباط کو ہم اپنے لئے حجت قرار دیں گے۔ تو اُن کے لئے تو حجت ہو گیا لیکن بارھویں نے غیبت کبریٰ میں جاتے جاتے پوری انسانیت کو اور اپنے پورے چاہنے والوں کو یہ حکم دیا کہ تم اگر کسی مسئلے میں پھنس جاؤ اور اگر تمہاری کوئی پرابلم ہو تو تم ہماری حدیث کے راویوں کی طرف رجوع کرو۔ اب اس راوی حدیث کو آپ چاہے مفتی کہہ لیں، چاہے مرجع کہہ لیں، چاہے مجتہد کہہ لیں، چاہے کچھ اور کہہ لیں۔ حکم امامؑ یہ ہے کہ اگر تم کسی مسئلے میں پھنس جاؤ اور اٹک جاؤ اور تمہیں اُس مسئلے کا حل نہ معلوم ہو تو اُس کی طرف رجوع کرو اور یہی حکم قرآن تھا کہ فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ اگر تم جاہل ہو تو اہل الذکر سے سوال کرو۔

میں بدرجہ مجبوری، ۴۵ دقیقوں کے اوپر اس گفتگو کو تمام کر رہا ہوں۔ اس لئے کہ ابھی سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہونا ہے۔ واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

... دس منٹ کا وقفہ دے دیں ... ایک جملہ میں اور کہہ دوں۔ میں نے بہت سے مسائل اس لیے نہیں چھیڑے کہ میں جان رہا ہوں کہ میرے محترم سننے والوں کے ذہن میں وہ باتیں ہوں گی اور وہ سوالات کریں گے۔ تو ان شاء اللہ جب کریں گے تو اُن مسائل کو چھیڑیں گے۔

سوالات و جوابات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سوال (۱) : پہلی جو بات ہے وہ یہ ہے کہ مجتہدین کے درمیان فتووں میں جو اختلاف ہوتا ہے وہ کیوں ہوتا ہے؟

جواب : اسی مسئلے کو میں نے کہا تھا کہ میں کچھ عرض کر رہا ہوں اور کچھ سوالات کے ضمن میں عرض کروں گا آپ کی خدمت میں۔ تو اب ذرا کھل کے بات ہو، بہت طویل نہیں، مختصر ہوگی لیکن کھل کے۔ وہ یہ ہے کہ میں آپ حضرات کی خدمت میں ابھی یہ عرض کر رہا تھا کہ ہمارے پاس معصومؑ Contact میں نہیں ہے۔ غیبت میں ہے، موجود ہے لیکن ہمارے ربط میں نہیں ہے کہ ہم بات پوچھ سکیں۔ تو جو Sources ہمارے پاس ہیں ان میں بنیادی Sources قرآن مجید اور سنت معصومؑ۔ اچھا... قرآن قَطۡعِیُّ السَّنَد ہے اور ظَنِّیُّ الدَّلالَة ہے۔ آپ حضور! توجہ فرمایئے گا اس لیے کہ یہ آپ کے سوال کا جواب آرہا ہے۔ قرآن قَطۡعِیُّ السَّنَد ہے اس کے معنی کیا ہوئے؟ یعنی کوئی آیت ایسی نہیں ہے جس کے متعلق یقین نہ ہو یہ اللہ کا کلام ہے، لفظ لفظ اللہ کا کلام ہے، تو سند اس کی قطعی ہے اور ظَنِّیُّ الدَّلالَة کے معنی کیا ہیں؟ مطلب ہر ایک پر واضح نہیں ہے کہ کیا کہنا چاہتا ہے پروردگار، یعنی اگر کوئی شخص چھاتی ٹھوک کر یہ کہے کہ اس آیت میں اللہ نے یہی مراد لی تھی اور میں Sure ہوں کہ بھئی یہی ہے وہ کافر ہوجائے گا اس لیے کہ مراد الٰہی اللہ جانے اللہ کے معصومؑ بندے جانیں یہ تیسرا کہاں سے آگیا درمیان میں۔ تو قرآن قَطۡعِیُّ السَّنَد یقینی طور پر اللہ کا کلام ہے، ظَنِّیُّ الدَّلالَة مطلب

واضح نہیں ہے۔ بالکل اِس کا الٹا ہے حدیث ، حدیث قَطْعِيُ الدَّلالة مطلب بالکل معلوم ، معصومؑ کی زبان سے جو نکلا اس کا معنی اس کا مفہوم بالکل معلوم ، لیکن ظَنِّيُ السَّنَد ۔کیا معلوم کہ معصومؑ نے وہی فرمایا تھا یا کچھ اور فرمایا تھا ، اس لئے کہ سارے راوی تو سچے بھی نہیں ہیں۔ اچھا ! تو اب ہمارے پاس جو چیزیں آئیں وہ قرآن آیا اور حدیث آئی ، قرآن کے متعلق یقین کہ اللہ کا کلام ہے، اِس کے متعلق یقین نہیں ، ہوسکتا ہے کہ ہو۔ ہوسکتا ہے کہ نہ ہو۔ قرآن سمجھ میں نہ آئے یہ سمجھ میں آئے ، یہاں سے ہوگیا Confusion۔

اب میں آپ کو ایک مثال دوں۔ عربی زبان میں ایک ہے لفظ ''طُھر'' ۔قرآن میں استعمال ہوا ہے۔ اچھا ''طُھر'' کے عجیب معنی ہیں۔ ''طُھر'' کے معنی عورت کی زندگی میں مہینے کے اندر وہ Period جس میں عورت نجس ہوتی ہے، اِسے کہتے ہیں عربی زبان میں ''طُھر'' اور مزے کی بات یہ ہے کہ اُسی عربی زبان میں ''طُھر'' کے معنی ہیں عورت کا اُس نجاست سے پاک ہوجانا۔تو بھئی ایک ہی لفظ میں نجس ہوجانا بھی مطلب ہے ، ایک ہی لفظ میں پاک ہوجانا بھی مطلب ہے۔ اب قرآن نے کہا ، بھئی بڑی مجبوری ہے کہ میں اس کو واضح کرنے پر مجبور ہوں ، قرآن نے کہا کہ دیکھو عورتوں کے قریب مت جاؤ جب تک کہ وہ ''طُھر'' میں نہ آجائیں۔ اب بتایئے کیا مطلب نکالیں گے آپ؟ اچھا قرآن ہے اور تھوڑی دیر کے لئے آپ فرض کریں کہ حدیث ایک بھی نہیں ملتی اِس کے اوپر۔ یہ مفروضے پر بات کر رہا ہوں تاکہ بات واضح ہو جائے ، حدیث ایک بھی نہیں ملتی اور آیت رکھی ہوئی ہے کہ عورتوں کے قریب مت جانا حَتّٰی یَطْهُرْنَ (سورۂ بقرہ : آیت ۲۲۲) جب تک کہ وہ ''طُھر'' میں نہ آجائیں۔ اچھا صاحب رزلٹ کیا نکلا ؟ ایک لفظِ قریب آگیا ، ایک قریب جانا ... پاس بیٹھ جانا ، دوسرا قریب ... وہ جانا جو نکاح کا منشا ہے۔تو قریب جانے کے معنی کیا لیں گے آپ ؟ پہلا سوال یہ ہو گیا ، دوسرا سوال یہ ہوگیا کہ ''طُھر'' کے معنی کیا لیں گے ؟ کہ نجاست Discontinue ہوجائے ، یہ معنی لیں گے یا وہ باقاعدہ غسل کرکے طاہر ہوجائے ، یہ معنی لیں گے۔تو ایک چھوٹی سی

آیت کے چار معنی نکل آئے۔

- عورت کے پاس بھی نہ بیٹھو پہلا معنی،
- عورت سے مقاربت نہ کرو دوسرا معنی،
- جب تک کے Menses Discontinue نہ ہوجائیں تیسرا معنی،
- جب تک وہ غسل نہ کرے چوتھا معنی،

تو ان چار معنوں میں سے کیا قسم کھا کے آپ کہہ سکتے ہیں کہ مرادِ الٰہی کیا ہے؟ معصومؑ کے علاوہ دنیا کا کوئی انسان نہیں کہہ سکتا۔ تو مجتہد بَیْنَہٗ وَبَیْنَ اللّٰہ یہ طے کرتا ہے کہ ان چار معنی میں سے شاید مراد الٰہی یہ ہو۔ اُس شاید کے اوپر وہ فتویٰ دیتا ہے۔ تو جب اسے یقین ہوجاتا ہے کہ میں اپنی حد تک پورا تَفَحُّص کر چکا، ساری روایتیں دیکھ چکا، قرآن کی جتنی Relevant آیتیں تھیں وہ سب میں نے دیکھ لیں اور میرا ضمیر میرا باطن یہ کہہ رہا ہے کہ بھئی یہ معنی مراد لینے چاہئیں تو اُس معنی کو وہ مراد لے لیتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اسی کے زمانے میں اور اسی کا ہم عصر کوئی اور مجتہد ہو اور اس کے نزدیک ان چار معانی میں سے کوئی اور معنی Appeal کر جائیں اُسے۔ تو یوں فتووں میں اختلاف پیدا ہوتا ہے۔

اچھا! اب اُس کی مثال میں اور بھی واضح کردوں۔ دیکھیں جناب آپ بچہ لے کے آئے، آپ تو ماشاء اللہ بہت لوگ بیٹھے ہوئے ہیں، آپ بچہ لے کے آئے اور اپنے دوست سے کونے میں بیٹھ کے آپ نے بات کرنی شروع کی۔ بچے نے آپ سے اجازت مانگی کہ آپ تو بات کر رہے ہیں میں کھیلوں؟ آپ نے کہا ہاں کھیلو لیکن اس چہار دیواری کے اندر کھیلنا باہر گئے تو میں سزا دوں گا۔ تو اب بچے کو کیا کرنا چاہیے؟ باہر جانے سے پرہیز کرنا چاہیے لیکن بچے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس گوشے میں کھیلے اس میں نہ جائے یا وہاں کھیلے یہاں نہ آئے؟ نہیں۔ آپ نے تو اُسے Allow کیا ہے کہ اِس چہار دیواری میں جہاں جی چاہے کھیلو۔ اِسی طریقے سے شریعت کی جو چہار دیواری ہے — کتاب، سنت، اجماع، دلیل عقل — اِس میں مجتہد کس مقام پر بیٹھ جائے یہ اُس کی اپنی مرضی

ہے اور یہ ہے بنیاد اختلافِ فتاویٰ کی۔ اچھا! اب یہ ہمارا موضوع بحث نہیں ہے ورنہ اگر ہم اِس موضوع کو لے کے بیٹھ گئے کہ کس مجتہد نے کس دلیل کی بنیاد پر فتویٰ دے دیا تو ہزاروں حدیثیں، ہزاروں آیتیں۔ یعنی ایک مسئلہ بن جائے گا۔ لیکن چونکہ ہمارے دوست نے ایک سوال کیا تھا تو ہم چاہ رہے ہیں کہ مختصراً اِس سلسلے میں عرض کر دیں۔ دیکھئے دونوں کا عجیب و غریب جذبہ ہے۔ وہ خوئی صاحب ہوں یا خمینی صاحب مرحوم ہوں، ان دونوں کا جذبہ عجیب ہے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے صُمْ لِلرُّؤْيَةِ وَ اَفْطِرْ لِلرُّؤْيَةِ[۶] ''رویت کرو، چاند دیکھو — روزہ رکھو۔ چاند دیکھو — عید مناؤ'' اچھا! پیغمبرؐ کا حکم ہے، امام جعفر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی یہ روایت آئی ہے۔ جب یہ روایت پیغمبرؐ سے بھی دوسروں کے ہاں موجود ہے، ہمارے ہاں بھی موجود ہے امامؑ سے آئی ہوئی روایت، تو اب اس مجتہد نے فقط یہ کیا کہ اُس نے آپ کی آنکھوں پر پابندی لگا دی کہ بھئی آنکھ سے دیکھو رمضان شروع کرو، آنکھ سے دیکھو عید شروع کر دو۔ اب آپ نے آنکھ سے نہیں دیکھا، آپ کے ایک معتبر آدمی نے آنکھ سے دیکھ لیا۔ اُس معتبر آدمی نے آپ کو بتا دیا، گواہی قابل قبول تھی، آپ نے قبول کر لی۔ گویا آپ نے اپنی آنکھ سے دیکھا۔ اچھا تو اب وہ آدمی جو یہ کہہ رہا تھا کہ رویت Local Problem ہے وہ مجتہد جو یہ کہہ رہا تھا کہ رویت Local Problem ہے اُس کی نگاہ کے سامنے یہ روایت تھی جس کی بنیاد پر اُس نے فتویٰ دیا۔ اب وہ جو یہ کہہ رہا ہے کہ بھئی کہیں بھی دیکھ لو عید ہو جائے گی۔ بھئی اُس کی بھی کوئی بنیاد ہو گی نا؟ اب اُس کی بنیاد بھی سن لیجئے اور بڑی عجیب و غریب بنیاد ہے۔ یعنی میں اب کیسے عرض کروں۔ بھئی ابھی عید آئے گی انشاء اللہ اور آپ نماز عید پڑھیں گے تو کہیں گے جَعَلْتَهٗ لِلْمُسْلِمِيْنَ عِيْدًا[۷] ''پروردگار تو نے اس دن کو مسلمانوں کے لئے عید قرار دیا ہے۔'' تو مسلمانوں کے لئے ایک دن عید قرار پایا یا پانچ دن؟ ایک ہے نا۔ تو بھئی پوری دنیا میں رویت ایک ہی ہو گی ہے جبھی عید ایک ہو گی۔ بہت Convincing Argument ہے۔ اچھا اب آجایئے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ''ہم نے قرآن کو نازل کیا قدر کی رات

میں۔" قدر کی رات کیا پچیس ہوں گی ؟ یا چھتر ہوں گی ؟ قدر کی رات ایک ہی ہوگی۔ جب قدر کی رات پوری دنیا میں ایک ہوگی، بھئی بہت عجیب و غریب بات ہے، تو رویت بھی پوری دنیا میں ایک ہوگی تو اِس مجتہد کے پاس بھی دلیل ہے اُس مجتہد کے پاس بھی دلیل ہے۔ اِس کے پاس بھی قرآن و حدیث ہے اُس کے پاس بھی قرآن و حدیث ہے، بات تو واضح ہے۔ اس سے زیادہ اس سوال کے اوپر میں بات نہیں کرنا چاہتا۔

سوال (۲): (سائل کے الفاظ واضح نہیں ہیں البتہ سوال حدیثِ ثقلین سے متعلق ہے)۔

جواب: یہ بڑی معقول بات ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ کی روایت ہے کہ اِنِّیْ تَارِكٌ فِیْكُمُ الثَّقْلَیْنِ كِتَابَ اللهِ وَ عِتْرَتِیْ اَهْلَبَیْتِیْ تو اب چونکہ گفتگو تو اجتہاد پر ہو رہی ہے تو اجتہاد میں حدیث بڑی Important شئے ہے اور حدیث میں یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ کتنے راویوں نے یہ کہی ؟ راوی کیسے کیسے تھے ؟ تو یقین کریں کے دو حدیثیں ہیں۔ ایک ہے اِنِّیْ تَارِكٌ فِیْكُمُ الثَّقْلَیْنِ كِتَابَ اللهِ وَ عِتْرَتِیْ اَهْلَبَیْتِیْ اور دوسری حدیث ہے اِنِّیْ تَارِكٌ فِیْكُمُ الثَّقْلَیْنِ كِتَابَ اللهِ وَ سُنَّتِیْ یہ بھی ہے۔ چودہ طریقوں سے یہ روایت آئی ہے۔ یعنی میں دو برابر کی وزنی چیزیں چھوڑ کے جا رہا ہوں (۱) اللہ کی کتاب دوسری عترت، اور (۲) میں دو برابر کی چیزیں چھوڑ کے جا رہا ہوں ایک اللہ کی کتاب دوسری اپنی سنت۔ تو چودہ طریقوں سے روایت آئی ہے۔ اب جب Check کریں گے آپ علم الحدیث کی کتابوں کو تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ تیرہ طریقوں سے وَ عِتْرَتِیْ اَهْلَبَیْتِیْ اور کل ایک طریقے سے ہے كِتَابَ اللهِ وَ سُنَّتِیْ یعنی سنتی کا راوی ایک ہے اور اهل بیتی کے راوی تیرہ ہیں۔ تو اگر مزاج میں اکثریت ہے اور جمہوریت ہے تو ان تیرہ والوں کی بات مان لیجئے۔ یعنی بڑی آسان سی اور سیدھی سی بات ہے کہ مزاج میں اگر آپ کے اکثریت ہے تو اکثریت راویوں کی یہ کہتی ہے کہ عترتی، اھل بیتی

کہا تھا، لیکن میں جناب بھوجانی صاحب بڑی معذرت کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ یہ لوگوں کو پریشانی ہوتی ہے کہ سنتی کہا رسول نے یا عترتی کہا رسول نے؟ تو میرے نزدیک یہ پریشانی نہیں ہے۔ اس لئے پریشانی نہیں ہے کہ اگر عترت و سنت الگ الگ ہوں تو پریشانی ہوگی کہ سنتی کہا تھا یا عترتی کہا تھا، لیکن ہمارے مکتب میں جو سنت ہے وہی عترت ہے جو عترت ہے وہی سنت ہے۔ اس لیے ہمارے یہاں اِس قسم کا کوئی فرق نہیں ہے۔ اگر سنتی کہیں جب بھی اس سے آل محمدؑ مراد ہوں گے اور اگر عترتی کہہ دیں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی اس سے آل محمدؑ مراد ہوں گے۔ اس کے علاوہ کوئی اور مراد نہیں۔

سوال (۳): مولانا صاحب آپ نے کہا کہ تمباکو نوشی جائز ہے مگر تمباکو نوشی سے انسانی جسم میں بہت سے Effect ہوتے ہیں، بہت سے مرض ہوتے ہیں اور خدا نے کہا تھا کہ اپنے جسم کو تکلیف نہ پہنچاؤ تو کیا اس صورت میں بھی جائز ہے؟

جواب: ظاہر ہے کہ جائز ہے۔ بھئی جب مجتہدین نے فتویٰ دے دیا۔ اب یہاں اجتہاد کا Debate تو ہو نہیں رہا ہے کہ اب میں کتاب و سنت آپ کے سامنے پیش کروں۔ آیت میں نے پیش کردی، مجتہدین کا Argument آپ کے سامنے دے دیا۔ لیکن جائز کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ آپ ضرور کریں اور واجب ہوگیا اور مستحب ہوگیا۔ مکروہ ہے کراہت ہے اور یہ بھی ہے کہ یہ جو تمباکو نوشی ہے وہ اگر عادت بنا لی جائے تو مضر ہے لیکن بطور دوا اگر استعمال کی جائے تو مفید ہے۔ تو اس حد تک تو یقیناً جائز ماننا پڑے گا جو بطور دوا کے ہے۔

سوال (۴): آپ نے سگریٹ کے جائز ہونے کے لیے آیت سے دلیل دی۔ اسی آیت کی دلیل سے

ہم تاش وغیرہ ... اِسے جائز کہہ سکتے ہیں؟ اس کے ناجائز ہونے کے بارے میں کچھ بتائیں۔

جواب: بہت معقول سی بات ہے تاش وغیرہ کے لئے۔ یہ جو تاش ہے نا۔ یہ کہلاتا ہے "ورقُ القمار" اور آپ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ شاید کوئی بیسویں صدی کی ایجاد ہو۔ تاش کی تاریخ، انسانیت میں ۴ ہزار سال پرانی ہے اور عرب معاشرے میں یہ تاش موجود تھا اور اس کے لئے نص صریح موجود ہے کہ یہ حرام ہے۔ اس کے لئے کوئی اجتہاد ہی نہیں کرنا جب نص موجود ہے تو۔

سوال (۵): سود کے بارے میں مجتہدین کے فتوے میں جو اختلاف ہے برائے مہربانی اُس کی وضاحت فرمایئے؟

جواب: برادر عزیز! سود کے بارے میں جو اختلافات ہیں وہ فتووں کے اختلافات ہیں۔ ہم اِس موضوع پر گفتگو کرنے آئے ہیں کہ فتووں میں اختلاف ہوتا کیوں ہے؟ اِس پر اگر سوال ہو تو پیش فرمایئے۔

سوال (۶):

i۔ مولانا صاحب! آپ نے اپنی تقریر کا نتیجہ یہ اخذ کیا کہ کسی بھی مسئلے کا حل اہل الذکر کے پاس مل جائے گا یعنی دوسرے الفاظ میں مجتہدین کے پاس جوابات موجود ہیں؟

ii۔ کیا تقلید ان سے سوالات کرنے کا نام ہے؟ کیا دنیا کے کسی مسئلے مثلاً Chemistry کے سوال کا جواب مجتہدین کے پاس مل جائے گا، اگر نہیں تو کیا Scientist بھی مجتہد کہلائے گا؟

جواب: بہت اچھی، بہت معقول بات ہے اور بڑا معقول سوال ہے۔ میں نے یہ نہیں کہا کہ مجتہدین اہل الذکر ہیں۔ اہل الذکر تو معصومینؑ ہیں اور میں نے یہ جملہ اشارتاً کہہ دیا تھا اپنے محترم سننے والوں

کی خدمت میں کہ بھئی حکم بڑا عام ہے۔ فَسْـَٔلُوٓا اَهْلَ الذِّكْرِ سوال کرو اہل الذکر سے۔ تو قرآن نے یہ نہیں کہا کہ کیا سوال کرو؟ کیمسٹری پوچھو، فزکس پوچھو، بیالوجی پوچھو، سائنس پوچھو، فلسفہ پوچھو، منطق پوچھو، آرٹ پوچھو، لٹریچر پوچھو۔ کیا پوچھو؟ یہ نہیں ہے تو اب یہ جواب جہاں بھی مل جائے، یہ Response، وہ ہے اہل الذکر تو جس طریقے سے فَسْـَٔلُوٓا سوال کرو جو جی چاہے اسی طریقے سے وہ جملہ ہے امیرالمومنینؑ کا سَلُوْنِیْ جو جی چاہے پوچھ لو۔ تو اہل الذکر وہی ہوگا جو اس قسم کا چیلنج کر سکے کہ جو چاہے مجھ سے پوچھ لو۔ یہ جو لوگ ہیں جنہیں ہم مجتہدین کہتے ہیں یہ وہ ہیں جن کے لئے ہمارے امام نے کہا تھا: وَاَمَّا الْحَوَادِثُ الْوَاقِعَةُ فَارْجِعُوا فِيهَا اِلٰى رُوَاةِ حَدِيثِنَا تو اہل الذکر ہوا امامؑ اور مجتہد امامؑ کی حدیثوں کا راوی۔

اچھا اب سوال نمبر (ii) بھی تھا اِس میں کہ کیا تقلید سوالات پوچھنے کا نام ہے؟ تو تقلید صرف سوالات پوچھنے کا نام نہیں ہے۔ تقلید سوالات پوچھ کر عمل کرنے کا نام ہے۔

سوال (۷): اسلام میں کوئی چیز بھی ہو، یا جائز ہوگی یا ناجائز جو ہر مسلمان کے لیے ہے۔ مگر ہمارے یہاں فتاویٰ میں بہت سی باتیں ایسی ہیں جن میں ایک کا فتویٰ جائز ہے اور ایک کا ناجائز اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک صحیح ہے اور ایک غلط۔ تو کیا ہم اُس کی تقلید کر سکتے ہیں جو کہ غلط بات کہے؟

جواب: برادرِ عزیز! یہ سوال بھی بڑا معقول ہے کہ بھئی اُس کی تقلید کیسے کریں کہ جو غلط بات کہے۔ لیکن آپ نے یہ کیسے طے کر دیا کہ کس کی بات غلط ہے اور میں ابھی Establish کر کے یہ گیا ہوں کہ بھئی اس چہار دیواری میں چاروں کونوں کے اوپر وہ لڑکا کھیل سکتا ہے۔ تو اب معصومؑ نے جب ایک Frame Work دے دیا آپ کو کہ بھئی کتاب، سنت، اجماع اور دلیلِ عقل، اِس کے اندر رہنا ہے تو اگر اِس Frame Work سے باہر گیا تو وہ غلط ہے اور اگر Frame Work کے اندر ہے تو چار کیا، دو

کیا؟ دو کے اختلاف کی بات ہے نا!، ۲۵ مجتہدین بھی اگر پچیس باتیں کہیں، وہ سب کی سب صحیح ہیں۔

اچھا اور امام محمد باقر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ فرمایا تھا کہ عَلَيْنَا اَنْ نُلْقِيَ اِلَيْكُمُ الْاُصُوْلَ وَعَلَيْكُمْ اَنْ تُفَرِّعُوْا ۸'' ہمارا کام یہ ہے کہ ہم تمہیں اصول بتلائیں، یعنی عام پبلک سے نہیں کہا اپنے شاگردوں سے کہا جو صحابہ کرام بیٹھے ہوئے تھے، ہمارا کام ہے کہ ہم تمہیں اصول بتلائیں وَعَلَيْكُمْ اَنْ تُفَرِّعُوْا '' اور تمہارا کام یہ ہے کہ تم اس میں سے نتیجے نکالو اور نتیجے نکالنے کے بعد فتوے دو۔'' تو یہ جو فتویٰ دینے کا عمل ہے، کبھی دو آدمی ایک رائے پر متفق نہیں ہوتے لیکن اگر ایک آدمی کتاب وسنت کے خلاف بول رہا ہے تو یقینی وہ غلط ہے اور اگر دونوں کتاب وسنت ہی سے Result نکال رہے ہیں، تو اب یہ تو علم خدا میں ہوگا کہ واقعاً حقیقی حکم کیا ہے، لیکن ہماری حد تک وہ دونوں صحیح ہیں اور ہماری تکلیفِ شرعی یہ ہے کہ ہم جس مجتہد کی تقلید کر رہے ہیں اُس کے فتوے پر عمل کریں۔ دوسرے کو Touch نہ کریں اور دوسرے کی توہین نہ کریں۔ اس لئے کہ دوسرا جو ہے وہ بھی کتاب و سنت سے نکال رہا ہے اپنی رائے سے نہیں۔

سوال (۸): کیا عدل منبر کا تقاضہ یہ نہیں ہے کہ مقرر وہ چیز بیان کرے جو قوم کے لیے جاننا ضروری ہے مثلاً مسائل فقہ؟

جواب: عدل منبر کا تقاضہ یہ نہیں ہے، اس لیے کہ مسائل فقہ تو ہر وقت بیان کرنا چاہیے صرف منبر کا تقاضہ تھوڑی ہے۔ آپ گھر میں بیٹھے ہیں جب بھی مسائل فقہ بیان کریں، باپ اپنے بیٹے کو بتائے، بھائی اپنے بھائی کو بتائے، استاد اپنے شاگرد کو بتائے، فقہ کے بغیر تو ایک قدم آگے نہیں چل سکتا آدمی۔ تو فقط منبر سے کیوں منحصر کرتے ہیں۔ زندگی کے ہر موڑ پر فقہ جاننا ضروری ہے۔

سوال (۹): کیا ہم روزہ رکھ کر کسی دوسرے شہر جا سکتے ہیں؟ اگر ہم جا سکتے ہیں تو کس وقت، دوپہر یا شام؟ وضاحت کر دیجئے۔

جواب: اگرچہ ہمارے موضوع سے متعلق نہیں ہے لیکن یہ کہ زوال کے بعد سفر کر سکتے ہیں روزہ رکھ کر۔

سوال (۱۰): ہمیں اپنے مسائل کے حل کے لئے مجتہدین کی طرف رجوع کرنے کا حکم ملا ہے۔ ہم کیسے معلوم کریں کہ کون صحیح مجتہد ہے یا یہ کہ اُس کا دعویٰ کہ وہ مجتہد ہے، صحیح ہے؟ سارے صحیح مجتہدین میں سے کس کی طرف رجوع کریں؟ طریقے کی وضاحت فرمایئے؟

جواب: تو یعنی سوال تو تقریباً دونوں ایک ہی ہیں۔ اگر توضیح المسائل کا پہلا باب بھی دیکھ لیا جائے تو اُس میں وہ شرائط جو ایک مجتہد میں ہوتے ہیں وہ سب اُس کے اندر تفصیل سے لکھے ہوئے ہیں۔ لیکن ذرا، اب وہ بالغ ہو اور عاقل ہو اور اثنا عشری ہو اور حلال زادہ ہو وغیرہ وغیرہ یہ سب شرطیں ہیں۔ اصل جو کیس ہے وہ کیس یہ ہے جناب کہ اجتہاد حاصل کرنے کے لئے کتنے علوم کی ضرورت ہے؟ میں ابھی آپ سے کہہ رہا تھا کہ بھئی چار تو موٹے موٹے Sources ہیں۔ کتابِ خدا، سنت معصومؑ، اجماع اور دلیل عقل لیکن یہ جو چار موٹے موٹے Sources ہیں نا، ان کو اپنے قابو میں کرنے کے لئے جن علوم کا سہارا لینا پڑتا ہے اس میں:

(۱) عربی زبان ہے
(۲) عربی صَرف
(۳) عربی نحو
(۴) عربی لغت

یہ چاروں الگ الگ چیزیں ہیں۔

(۵) منطق
(۶) تھوڑا سا علم کلام
(۷) علم الحدیث
(۸) فن حدیث

(۹) فنِ رِجال (۱۰) قواعدِ فقہ

(۱۱) اصول فقہ (۱۲) فقہ

تو جب تک ۱۲ علوم کے اوپر مکمل Command نہ ہو اس وقت تک انسان مجتہد نہیں بنتا۔ اچھا صاحب اب وہ مجتہد بن گیا۔ جب وہ مجتہد بن گیا تو ہمارے یہاں یہ ایک مسئلہ ہے اور ہماری اکثریت اس بات کو مانتی ہے کہ ان مجتہدین میں سے جو اعلم ہو اس کی تقلید کی جانی چاہیے۔ اچھا بات بھی معقول ہے۔ اگر آپ کے پاس دو ڈاکٹر ہیں اور آپ کو یقین ہے ایک بڑا Senior ہے اور بہت مشہور و معروف ہے اور شفا بھی اللہ نے اُس کو دی ہے، تو آپ کا دل چاہے گا کہ اُس کی طرف جائیں، اِسی طریقے سے دینی علوم میں جو زیادہ ماہر ہو، زیادہ متقی ہو، زیادہ پرہیزگار ہو، زیادہ قول معصومؑ کو سمجھتا ہو، آپ کا دل خود راغب ہوگا کہ اس کی طرف رجوع کریں۔ اچھا! اب سوال یہ ہے کہ آپ کیسے پہچانیں کہ اعلم کون ہے اور غیر اعلم کون ہے؟ تو برادر عزیز! یا تو آپ اِس Status کے خود ہوں کہ آپ اعلم اور غیر اعلم میں تمیز دے سکیں تو آپ پر کوئی حجت نہیں ہے۔ نمبر دو اگر آپ اِس Status کے نہیں ہیں تو اہل خِبرہ سے پوچھیں۔ اہل خِبرہ کون لوگ ہیں؟ وہ لوگ ہیں اہل خبرہ، جو اس معیار کے لوگ ہیں کہ جو اعلم اور غیر اعلم میں تمیز دے سکتے ہیں۔ اچھا! اب اہل خبرہ سے آپ نے پوچھا۔ اگر اہل خبرہ آپ کو دستیاب نہیں ہیں تو وہ ''شِیاع'' جو مفید ہوں علم کے لیے الشیاع المفید للعلم '' یعنی وہ شہرتِ عام جو علم کے لئے، جس پر آپ کو یقین ہوجائے اس شہرت عام پر عمل کرلیں۔ بھئی پہلا ملا اُس نے کہا میں فلاں کی تقلید میں ہوں، دوسرا ملا اس نے کہا میں فلاں کی تقلید میں ہوں، ایک ہزار آدمی ملے انہوں نے کہا ہم فلاں کی تقلید میں ہیں۔ تو یہ ہے شہرتِ عام پر عمل۔ تو اب جب ایسی شہرتِ عام پیدا ہوجائے تو آپ کو حق ہے کہ اُس مجتہد کی تقلید کرلیں۔

س(۱۱):

i۔ آخر خدا نے آخری امامؑ کو غیبت کے پردے میں چھپا کر تقلید وغیرہ کے مسئلے سے ہمیں کیوں دوچار کیا؟ دیگر گیارہ اماموں کی طرح ہم بھی Direct امامؑ کی اطاعت میں رہتے نہ کہ مجتہد کی تقلید میں؟ بات تو بڑی معقول ہے۔

ii۔ ہماری یہاں ایک گروہ ہے جو تقلید وغیرہ مانتا ہی نہیں۔ وہ کہتا ہے کہ قرآن خود پڑھو، خود سمجھو اور عمل کرو۔ ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

iii۔ کیا اردو میں ایسی کوئی جامع کتاب ہے جو مجتہد کے فتوے کے اختلافات اور دیگر باتوں کے بارے میں تفصیل سے آگاہ کر سکے؟ نام بتا دیجئے۔

جواب: برادر عزیز! اردو میں کوئی جامع کتاب خود فقہ پہ نہیں ہے تو فتوے کے اختلاف پہ کیا ہوگی۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہماری زبان میں ایسی کوئی کتاب نہیں ہے اور اختلافِ فتاویٰ بڑے اُونچے درجے کی کتابوں میں ہے، جیسے جواہر الکلام ہے، حدائق الناظرہ ہے جو ہماری فقہ کی چالیس چالیس اور پچاس پچاس جلدوں کی کتابیں ہیں یہ اُن کے اندر ہے۔ تو اردو میں ایسی کوئی کتاب موجود نہیں ہے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ ہماری یہاں ایک گروہ ہے جو تقلید وغیرہ کو مانتا ہی نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ قرآن خود پڑھو، قرآن خود سمجھو اور عمل کرو۔ کیا کہنا ہے بھئی! قرآن واقعاً خود پڑھنا چاہیے، خود سمجھنا چاہیے، عمل بھی کرنا چاہیے، لیکن جیسا کہ میں کہہ رہا تھا کہ کتے کی نجاست کہاں سے معلوم کریں قرآن میں؟ اور جب نجاست نہیں ملی تو گلے لگا کے بیٹھ جایئے۔ تو آپ مجبور ہیں کہ قرآن کو اُس کے صحیح مفسّر سے لیں اور قرآن کے صحیح مفسّر تک اگر آپ کی Direct رسائی ہوگئی یعنی آپ راویِ حدیث ہوگئے تو آپ خود مجتہد ہوگئے۔ تو مجتہد پہ تقلید حرام ہے اور اگر نہیں ہوئے تو آپ مجبور ہیں اُس سے سوال کرنے پر۔ اور سوال کر لیا تو آپ مقلِّد ہوگئے۔ تو تیسری کوئی قسم نہیں ہے۔ یعنی اگر آپ Direct قرآن کو سمجھ سکتے ہیں، ترجمہ پڑھ کر نہیں۔ ترجمہ تو، ہر مترجم نے اپنے اسٹائل سے ترجمہ کیا

ہے۔ اگر آپ میں اتنی اہلیت ہے کہ Direct قرآن کو سمجھ سکتے ہیں تو کیا کہنا ہے۔ کہ قرآن کو سمجھتے ہیں تو آپ حدیث کو بھی سمجھیں گے۔ آپ ہوگئے مجتہد۔ تو آپ پہ تقلید حرام ہوگئی لیکن اگر نہیں ہے اتنی صلاحیت تو پھر مناسب نہیں ہے کہ آپ ترجموں کے اوپر عمل کریں۔ اگر آپ نے کسی ترجمے پر عمل کر لیا تو آپ اُس مترجم کے مقلِد ہوگئے تو تقلید کے خلاف تو بات پھر بھی نہیں گئی۔

حوالہ جات

۱۔ صحیح مسلم جلد ۴، باب فضائل علیؑ، حدیث رقم ۴۳۔
وسائل الشیعہ جلد ۲۷، باب ۵ باب تحریم الحکم بغیر الکتاب والسنہ ... حدیث رقم ۹۔

۲۔ بحار الانوار جلد ۲۳، باب ۷ فضائل اہل البیتؑ ...
المستدرک علی الصحیحین جلد ۲۔

۳۔ سنن ابی داؤد، کتاب الفتن

۴۔ بحار الانوار جلد ۵۱، باب ۱۶ احوال السفراء ... حدیث رقم ۷۔

۵۔ بحار الانوار جلد ۵۳، باب ۳۱ باب ما خرج من توقیعاتہ علیہ السلام، حدیث رقم ۱۰۔

۶۔ وسائل الشیعہ جلد ۱۰، باب ۳، حدیث رقم ۱۸۔

۷۔ وسائل الشیعہ جلد ۷، باب ۲۶، حدیث رقم ۲۔

۸۔ مجمع البحرین، جلد ۴، ”فرع“ کے ماتحت

آیت اللہ العظمیٰ سید محمد جمال ہاشمی گلپایگانی اعلی اللہ مقامہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله الذي جعل مداد العلماء افضل من دماء الشهداء والصلاة والسلام على خاتم الانبياء
محمد وآله الهداة والعترة والائمة على اعدائهم الى يوم الجزاء اما بعد فان جناب الفاضل الكامل
العالم والزكي السري العلام ثقة الاسلام وعماد الاعلام الشيخ العبقري الشيخ طالب جوهري
دامت افاضاته قد بذل برهة من عمره وفرصة كثيرة من دهره في تحصيل العلوم الدينية
والمعارف الالهية مجداً ودأباً وعلى الاشتغال مواظباً حتى نال درجة من الفضل والسداد
ورتبة من الاجتهاد فلله تعالى دره وعليه سبحانه اجره وقد اجزت له ان يروي عني
بعض مروياتي عن شيخي والدي قدس سره بطريقه عن مشايخه العظام واسناده الكرام
حسب السنة المتصلة بمصادر الوحي والتنزيل سلام الله عليهم اجمعين كما اجزت له ان يتصدى
للامور الحسبية ومما يحتاج التصدي لها الى اذن الفقيه الجامع للشرائط واذنت له ايضاً
ان يأخذ الحقوق الشرعية كالزكوات والمظالم ومجهول المالك وان يقبض من سهم الامام عليه السلام على ان يتصرف في الثلث ويرسل الثلثين واوصيه بتقوى الله ومراقبته
وان يحتاط في الخلوات وان يراعي الاحتياط في الشبهات وان لا ينساني من صالح الدعوات
والسلام عليه ورحمة الله وبركاته ٢ صفر الخير ١٣٨٥
السيد محمد جمال الهاشمي الگلپايگاني

آیت اللہ العظمیٰ شہید محمد باقر الصدر اعلی اللہ مقامہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی اشرف الخلق ومصابیح الحق محمد وآلہ الطیبین الطاہرین .
وبعد فان جناب العزیز الکامل عماد الاعلام ومروج الاحکام العلامۃ الشیخ طالب الجوہری حفظہ اللہ تعالی وزاد فی توفیقاتہ ثروۃ وتأییداتہ قد حضر دروسنا العالیۃ فی الفقہ والاصول سنین عدیدۃ واستفاد استفادات جلیلۃ حتی بلغ مرتبۃ عالیۃ من الفضل والکمال واصبح اہلا للاعتماد علیہ والاستفادۃ منہ رعاہ اللہ بعینہ واخذ بیدہ ووفقہ لخدمۃ الدین الحنیف والسلام علیہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محمد باقر الصدر

آیت اللہ العظمیٰ مصطفیٰ نورانی اعلی اللہ مقامہ

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين و الصلوة و السلام على سيدنا محمد و آله الطاهرين و اللعنة على اعدائهم اجمعين

و بعد فان من اعظم ما انعم الله بعد الخلقة على العباد العلم و البيان و من ثم قال الله عز شأنه: بسم الله الرحمن الرحيم الرحمن علم القرآن خلق الانسان علمه البيان وقد اعطاهما الله تعالى للموفق حجة الاسلام و ابنه العلامة "طالب الجوهرى" بمدام مجده و كثر عمره و زاد مثله وقد استجاز منى نقل الرواية والتحديث فاجزت له بما اجاز لى اساتذتى الكرام منهم الآية العظمى السيد شهاب الدين المرعشى النجفى الذى اتصل سنده باسناده الى النبى والائمة المعصومين عليهم سلام الله فان المعظم له مع بلوغه رتبة الاجتهاد مع الورع والسداد اشرف على تبليغ الأحكام و اظهار شرائع الاسلام على النحو التام بتفسير القرآن و روايات ائمة الكرام عن الراديو و التلفزيون فى وطنه المألوف "باكستان" وغيرها فعلى المؤمنين ان يستفيد و ان يحضروا الناس فى كل آن و يدركوا صحبته و يديموا خدمته و عزته و نسأل الله تعالى ان يعطى المعزز له ما يشاء و جزاه عن الاسلام خير الجزاء و عامله بالطافه العميمة فى الدنيا و رزقه النعمة العظيمة فى العقبى و حشره مع الائمة المعصومين و ادخله جنته مع المؤمنين و يتقبل اعمالنا بقبول حسن و جعلنا من المرحومين و يخذل المنافقين و الكافرين و ان يعجل ظهور مولانا و امامنا الحجة القائم المنتظر (عج) و يرينا وجهه

و جعلنا من اعوانه و انصاره و نلتمس الدعاء منه و سائر المؤمنين فى مواقع استجابته فى الخلوات و الجلوات و السلام عليه و على عباد الله الصالحين و رحمة الله و بركاته كتبه العبد الفانى مصطفى النورانى قم المشرفة فى سلخ شهر رمضان ۱۴۱۱ — ۶۹/۱۲/۲۶

آیت اللہ العظمیٰ محمد جواد طباطبائی تبریزی اعلی اللہ مقامہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین و الصلاۃ والسلام علی سیدنا و نبینا محمد و آلہ الائمۃ المعصومین الکهف الحصین وغیاث المضطر المستکین وعصمۃ المعتصمین ولعنۃ اللہ علی اعدائہم اجمعین من الآن الی قیام یوم الدین و بعد لا یخفی ان جناب العالم الفاضل مروج الاحکام ظهیر الاسلام معتمد الاعلام فضیلۃ العلامۃ الشیخ طالب الجوهری صانہ اللہ تعالی وحماہ وکثر فی الفرقۃ الناجیۃ من امثالہ قد صرف شطرا من عمرہ الشریف فی تحصیل العلوم الدینیۃ واکتساب المعارف الالهیۃ وحضر عند اقامتہ فی النجف الاشرف ابحاث الاساتذۃ العظام فی الفقہ والاصول فبلغ بحمد اللہ تعالی فی اثر سعیہ البلیغ من المراتب السامیۃ العلمیۃ ما ینبغی لمثلہ ویلیق فشکر اللہ تعالی سعیہ واجزل مثوبتہ وایّدہ بعضدہ فی حفظ الشرع الشریف وترویج الدین الحنیف والمامول من اخواننا المؤمنین امتثال اوامرہ والاقتباس من انوار علومہ ومعارفہ وقد اجزت لجنابہ ان یروی عنی جمیع ما صحت لی روایتہ وصلحت اجازتہ باسانیدی المتصلۃ الی المشایخ الاعلام المنتهیۃ منہم الی اهل بیت الوحی والعصمۃ صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین و فی الختام اوصیہ بتقوی اللہ وان یجعل الموت نصب عینیہ ویحذر من ان تغرہ الدنیا فان الدنیا وما فیها کان لم تکن والآخرۃ عما قلیل کان لم تزل عصمنا اللہ جمیعا من ان نکون ممن غرتہ الدنیا فاخلد الی الارض واتبع هواہ وکان امرہ فرطا ووفقنا لصالح الاعمال وفاضل السجایا بالنبی وآلہ حرر فی الیوم الرابع عشر من شهر صفر سنۃ الالف وثلثمائۃ وخمسۃ وثمانین

(محمد الجواد الطباطبائی التبریزی)

آیت اللہ العظمیٰ علی حسینی اصفہانی الفانی اعلی اللہ مقامہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد وآلہ الطاهرین اما بعد فقد قال عز من قائل قل فللہ الحجۃ البالغۃ ومن البدیهی ان فقهاء الشیعہ وعلماء المذهب الجعفری هداۃ للخلق الی الحق اذ منهم بنشر العلم وبهم یهدی الناس الی الصراط المستقیم وتشتد الحاجۃ الیهم کلما ازدادت الدعایۃ الشیطانیۃ والسلطۃ غیر الروحیۃ ومن الذین منّ اللہ علیہ بطلب العلم والتقوی قرۃ عین الشرف والکمال والعلم والتقوی الشیخ المهذب العلامۃ الفهامۃ الثقۃ الامین ابن حجۃ الاسلام والمسلمین الشیخ محمد مصطفی جوهر دام بقاءہ العالی۔ الشیخ طالب جوهری دام تأییدہ وتسدیدہ العالی فهاجر من بلدہ الی المعهد العلمی الشیعی العالی النجف الاشرف واقام هناک عشر سنوات وجد واجتهد لیلاً ونهاراً فی طلب الفقہ وتشیید مبانیہ وقد وصل بحمد اللہ وحسن منہ الی مراتب سامیۃ ومدارج عالیۃ کاملۃ من المعارف الحقۃ والقواعد العلمیۃ وقد اختبرناہ فوجدناہ تقیاً نقیاً صالحاً وفیاً دائباً فی اصلاح امور الناس مجداً فی طلب الحقایق ونشر الاحکام غیر مداهن فی الدین معرضاً عن الدنیا فعلیہ ان یشکر اللہ تعالی علی تلک المواهب والفضائل وعلی الناس ان یغتنموا وجودہ الشریف ولہ الروایۃ بطرقنا عن مشایخنا والتصدی للامور الحسبیۃ ۔ اللّٰهم ایدہ بنصرک واعصمہ من هواجس النفس وحوادث الدهر واسئلہ الدعاء حیاً ومیتاً ۔ غرۃ ربیع الاول ۱۳۸۵ الاحقر علی الحسینی الاصفهانی العلامۃ الفانی

آیت اللہ العظمیٰ سید ابو القاسم الرشتی الحائری اعلی اللہ مقامہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین وافضل صلواتہ وتحیاتہ علی سید الأولین والأخرین محمد صلوات اللہ علیہ وآلہ الطیبین الطاهرین واللعنة الدائمة علی اعدائهم اجمعین وبعد فان جناب الأجل والمولی المعتمد الناسک مناسک الصالحین والناهج مناهج المتقین ذو الحسب المنیع حضرت الشیخ طالب جوهری زید توفیقه ممن بذل برهة من عمره وصرف مدة من دهره فی تحصیل العلوم الشرعیة للمعارف الألهیة بجد واجتهاد فلله دره وعلیه سبحانه اجره وقد حضر بحثی ایضا ابحاثا فاحصا حتی فاز بحمد اللہ الی درجة الأجتهاد فله العمل بما یستنبطه من الأحکام من الأدلة الشرعیة علی نهج المألوف بین علماء الأمامیة وقد اجزت له التصدی لما لا یجوز فی عصر الغیبة علی مغیبها الاف التحیة والثناء لغیر الفقهاء العظام الا باذنهم واجزت له ایضا ان یروی عنی جمیع ما صحت لی روایته من مصنفات اصحابنا کالکتب الأربعة الکافی والتهذیب ومن لا یحضره الفقیه والأستبصار التی علیها المدار والوسائل والوافی وسایر الکتب المعتبرة بطرقی المقررة المنتهیة الی ارباب الجوامع والأصول ومنهم الی اهل بیت النبوة ومعدن الرحمة صلوات اللہ علیهم اجمعین واوصیه بملازمة التقوی والأحتیاط وان لاینسانی من صالح الدعوات فی حیوتی وبعد الممات

والسلام علیه ورحمة اللہ وبرکاته

الأحقر الحاج سید ابو القاسم الرشتی الحائری

محمد الحسینی الشیرازی النجفی